ماسٹر برین

Re.
1/-

جاسوسی دائرہ سیریز

ماسٹر برین

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔انڈیا

Akram Allahabadi

ریہرسل

''گھڑی گھڑی میرا دل دھڑکے...''

''ہائے دھڑکے...''

''کیوں دھڑکے...''

''جاؤ دھڑکے...''

''پیا ملن البیلا میری آنکھ پھڑکے...''

''کیوں پھڑکے...''

ابے جاؤ پھڑکے...''

''ہاں جاؤ پھڑکے...سالے جاؤ پھڑکے...''

مگر اس کے آگے شاید وہ گانے کے بول ہی بھول گیا اور حلق میں بریک لگ گیا۔ اس وقت اسے جو بھی دیکھ لیتا تو پیٹ پکڑ لیتا۔

دروازے کھڑکیاں سب بند تھے اور شوکت کمرے میں اکیلا تھا۔سامنے آئینے والی میز پر پری بیگم کی تصویر رکھی ہوئی تھی، جس میں وہ اصل سے کچھ زیادہ ہی خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔اور شوکت اس کے سامنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے مٹک مٹک کر اپنی بے سری آواز میں گا رہا تھا۔آج کل اس پر فلموں کے عشقیہ گانوں کا بھوت شدت سے سوار تھا، جو کسی نہ کسی صورت میں اس کے جذبات کی ترجمانی کرتے تھے۔

ذہن پر بہت زور دینے پر بھی جب کوئی نیا شعر موزوں نہیں ہوا تو وہ تصویر پر ایک حسرت بھری نظر ڈال کر حلق اور ناک سے سارنگی بجاتے ہوئے دلیپ کمار بن گیا۔شاید یادداشت کے خانے نے کوئی نیا ریکارڈ چڑھایا تھا۔

Akram Allahabadi

''موجت کر کے بھی دیکھ لیا موجت میں بھی دھوکا ہے...سراسر دھوکا ہے۔''

''یہاں بدلا وفائی کا بے وفائی کے سوا سالا کیا ملتا ہے...اور کیا ملتا ہے۔''

''ہائے، کسی سے پیار نا کرنا...''

''کسی پے اعتبار مت کرنا...''

''سالے پے اعتبار مت کرنا...''

''سالے پیار کی ایسی تیسی...''

''اور سالی پری بیگم کی بھی ایسی تیسی...''

''اللہ اور دے گا...''

اس آخری بول کے ساتھ اس نے پری بیگم کی تصویر الٹ کر رکھ دی اور کسی گہری سوچ میں کھو گیا۔

یہ پری بیگم گزشتہ ایک سال سے مع اپنے ایک عدد باپ کے شوکت کے سر پر سوار تھیں۔ان کے باپ یہ دعویٰ کر چکے تھے کہ وہ اپنی پچھلی نسلوں کے حساب سے شوکت کے کبھی خاندانی چچا ثابت ہوتے ہیں، کبھی خالو اور کبھی پھوپھا۔پچھلی نسلوں کے رشتوں کا حساب کچھ پیچیدہ ہی ہوتا ہے۔

یہ بہر حال صحیح ہے وہ بھوپال کے جاگیرداروں میں سے ہی تھے اور پچھلے سال جب محض رشتے داری کا سراغ لگاتے ہوئے بمبئی کی سیر کے بہانے شوکت کے یہاں اچانک آدھمکے تھے، تب سے اپنے تمام تر بزرگانہ رعب داب کے ساتھ یہیں براجمان تھے۔بمبئی کا حسن انھیں اتنا بھا گیا تھا کہ واپسی کے خیال سے بھی توبہ کر لی تھی۔خیر یہاں تک تو غنیمت تھی، لیکن اس مصیبت کو کیا کہا جائے کہ پری بیگم اسم با مسمّٰی تھیں۔بدن خوشنمائی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اور جمال بھی جہاں آفریں۔تیز طرار اتنی تھیں کہ شوکت یا تو ان کے سامنے بے زبان بیل بن جایا کرتا تھا، یا کھوپڑی سے آؤٹ ہو جاتا۔اور شوکت کے لیے یہی مر مٹنے کا مقام

تھا۔وہ جب فلمی رسالوں میں خوبصورت لڑکیوں کی تصویریں دیکھ کر ہی آہیں بھرنے لگتا تھا تو یہ تو جیتی جاگتی قیامت تھی۔اس کی سب سے بڑی کمزوری عورت تھی اور جب عورت قیامت خیز ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی دماغی کیفیت کیا رہتی ہوگی۔پری بیگم اپنی تمام تر رعنائیوں کے باوجود اس کے لیے کونین مکسچر کا گھونٹ ثابت ہوئی تھی، جسے محبت کا بخار اتارنے کے لیے نگلنا بھی ضروری تھا اور نگل بھی نہ سکتا تھا۔ہر ایسے موقع پر جب شوکت کئی کئی ہندوستانی فلمیں دیکھنے، یا کئی کئی رومانی ناولوں کے اثر انگیز مکالمے رٹنے کے بعد اس کے سامنے اظہارِ جذبات کا ریہرسل کرنے بیٹھتا، وہ کچھ اس انداز سے اس کا مضحکہ اڑا ڈالتی کہ شوکت فرطِ غیرت سے ڈوب مرنے کے لیے چلو بھر پانی تلاش کرنے لگتا۔کل بھی وہ لو میرج نام کی کوئی فلم دیکھ کر دل میں کوئی پختہ عزم لیے گھر واپس آنے پر پری بیگم کو دیکھ کر وہ اس فلم کا ایک گانا محض اسے سنانے کے لیے گنگنانے لگا تھا۔

''ایک نظر میں دل بچارا ہوگیا پی ڈبلیو ڈی...اونہہ ہوں...''

''ایک نظر میں دل بچارا ہوگیا ایل ایل بی...نہیں... ہاں...ہوگیا ڈبلو ڈبلو...''

''اور جی نے کھیلا جی سے آج کرکٹ کا میچ...بس ایک نظر میں دل بچارا ہوگیا ڈبلو ڈبلو...ہوں ہوں ہوں...ڈبلو ڈبلو...چوں چوں چوں...''

''کیا گنگنا رہے ہیں آپ آج؟ بڑا اچھا موڈ معلوم ہو رہا ہے۔''پری بیگم بمشکل ہنسی ضبط کر کے اس کی طرف ایک قاتل مسکراہٹ پھینکتے ہوئے بولی۔

''نہیں...وہ یانی کہ وہ ہے نا لو میرج...اس کا گانا ہے۔''

''اوہ...، میں سمجھی۔آپ مجھے کچھ سنا رہے تھے۔''پری بیگم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

تو اور کیا کرسی میز کو سنا رہا تھا۔''شوکت بے بسی سے بولا۔

''اچھا تو پھر سنایے...سنایے نا...''وہ اٹھلا کر بولی۔''میں نے ٹھیک سے سنا بھی

نہیں، مگر کتنی اچھی دھن تھی۔'' وہ بچوں کی طرح منہ بنا کر کہنے لگی۔

''ارے وئی تھا سالا۔یانی کہ دل بچارا ہوگیا ڈبلو ڈبلو...''

''نہیں، ایک بی ڈبلیو کہا ہوگا۔''

''ہاں ہاں....ایسا ہی کہا تھا، ایل بی ڈبلیو۔''

''اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟''

''اے لو، یاد کرو ہجے اور مائنے۔یانی کہ فلمی گانوں کا بھی کچھ مطلب وطلب ہوا کرتا ہے۔''

''پھر آپ کیا کچھ سمجھ کے مجھے سنا رہے تھے؟''

''ارے، وہ ہیرو سالا ہیروئن کو سنا رہا تھا تو میں بھی گنگنانے لگا۔اس میں کیا ہوا۔''

''تو آپ مجھے نہیں سنا رہے تھے؟''

''میں ہوا کو سنا رہا تھا، دیوار کو سنا رہا تھا، اچھا جاؤ، تمہیں بھی سنا رہا تھا، پھر؟''

''تو آپ گویا ہیرو ہیں۔'' وہ اسے گرم کر دینے والے انداز میں ہنس پڑی۔اور ردِعمل خاطر خواہ ہوا۔شوکت کی سیدھی ہوتی ہوئی کھوپڑی پھر گھوم گئی۔

''تم مجھے چوہا سمجھتی ہو؟ گدھے کا بچہ سمجھتی ہو؟'' وہ اور ٹیڑھا ہوگیا۔

''میں تو آپ کو کچھ نہیں سمجھتی۔'' پری بیگم نے بڑے ملائم، مگر اسے اور سولی پر چڑھا دینے والی ادا سے کہا۔

''ہائیں، یانی کو چھ نہیں سمجھتی؟ مجھے...؟ تو جاؤ، تمہیں بھی کون سمجھتا ہے کوچھ...خدا کے سے...'' اس نے پری بیگم کو انگوٹھا دکھایا اور غصے میں باہر نکل گیا۔پیچھے سے اسے پری بیگم کا قہقہہ اور سر پر ہتھوڑے مارتا ہوا سنائی دیا۔

اس کے بعد پھر اس کی ہمت ہی نہ ہوئی کہ پری بیگم سے کچھ کہے، بلکہ اس کی موجودگی میں شوکت خود کو واقعی الو کا پٹھا ہی محسوس کرنے لگتا، اس لیے اس نے کل سے کھانے کی

Akram Allahabadi

میز پر بھی اس کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔نواب صاحب جو تھے تو جاگیر دار، مگر جاگیر تھی دو ہزار سالانہ آمدنی والی، مگر کیونکہ بھوپال سے زیادہ تر جاگیردار سرکاری شجرے کی کسی نہ کسی وسیلے سے نواب کے خاندان تک پہنچتے تھے، اس لیے پری بیگم کے ابا جان نے بھی یہاں خود کو نواب صاحب ہی مشہور کر دیا تھا اور شوکت نے بھی اس لیے کوئی اعتراض نہیں کیا کہ ایک نواب صاحب کا میزبان ہونا ایک جاگیردار کی میزبانی سے زیادہ ہی باعزت ہوتا۔شوکت کے سب ملازم بھی ان بن بلائے مہمانوں کی حکومت سے نالاں تھے، لیکن پری بیگم جو اب نوکروں کی زبان پر 'پری بیا' بن چکی تھیں۔کیونکہ بالواسطہ یا بلا واسطہ شوکت کی کھوپڑی پر سوار تھیں۔اس لیے انھیں بھی حلقہ بگوش رہنا پڑتا۔

یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جو چیز انسان کی دسترس سے باہر ہو یا جس کا حصول مشکل ہو، وہ اس کے پیچھے اتنا ہی زیادہ بھاگتا ہے۔یہی حال شوکت کا تھا۔وہ پری بیگم سے جتنا بیزار ہوتا جاتا، وہ اتنی ہی اس کے اعصاب پر چھاتی جاتی۔

اور جب وہ اس ٹیڑھی کھیر کو سیدھی نہ کر سکا تو اس نے تنہائی میں اس کی تصویر سے ہی اظہارِ عشق شروع کر دیا۔اب یہ اور بات ہے کہ اس کے لیے اسے مدھوبتی کا ایک گانا یاد آیا تھا۔

سارجنٹ بالے کئی دنوں سے غائب تھا۔وہ ہوتا تو شاید شوکت کے نافہِ عشق کی تکمیل کسی اور طرف موڑ دیتا اور شوکت کا دیوداس پن کچھ کم ہو جاتا۔مگر بالے کسی کیس کے سلسلے میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ کئی دنوں سے شوکت سے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔دو ایک بار فون بھی کیا، تو پتا چلا کہ آفس میں نہیں ہیں، کہیں گئے ہوئے ہیں۔

دروازے پر دستک سن کر اس کی آواز حلق میں پھنس گئی۔

''قون ہے؟'' اس نے جلدی سے کہا۔ساتھ ہی پری بیگم کی تصویر اٹھا جو کر میز کی دراز میں رکھ دی۔

''میاں، میں ہوں شمو۔'' باہر سے آواز آئی۔

''دھت تری کی۔سالے، یاں کیا گڑا ہے تیرے باپ کا، میرے پرائیوٹ روم میں؟''

''میاں، بالے صاحب آئے ہیں۔''شمو نے باہر سے جواب دیا۔

''ابے نہیں...؟اللہ قسم...؟''شوکت نے اندر سے چونک کر پوچھا۔

''آپ کے سر کی قسم، میاں۔پری بیا سے باتیں کر رہے ہیں۔''شمو نے باہر سے کہا اور شوکت نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

''کس سے باتیں کر رئے ہیں؟ کاں باتیں کر رہے ہیں؟''

''پری بیا سے، آپ کے ڈرائیونگ روم میں۔''

''ڈارئنگ روم بے۔ہیں آتا تو انگلینڈرٹن کا ئے کو بنتا ہے۔''

یہ کہتا ہوا شوکت بھنایا ہوا سا ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔بالے یہاں موجود تھا۔وہ اور پری بیگم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔پری بیگم کو تنہا دیکھ کر شوکت کے کلیجے پر آرے چل گئے۔

''کہو، خاں بالے بھائی۔''اس نے برا سا منہ بنا کر بالے کو مخاطب کیا۔

''ارے آؤ، بھائی۔تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔''بالے نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''مر گئے اپنا ذکر کرنے والے۔''شوکت ترچھی نظروں سے پری بیگم کو دیکھتے ہوئے بولا اور بالے کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے، ڈیئر۔کچھ اکھڑے اکھڑے نظر آ رہے ہو؟''

''جیسا بنایا ہے اللہ میاں نے ویسے نظر آ رہے ہیں، تمہیں کیا؟''

''کیوں، آپ نے ناراض کر دیا ہے کچھ؟''بالے نے پری بیگم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''میں کیوں کرنے لگی، میں ان کی کوئی ہوتی ہوں کیا؟''پری بیگم ٹھنڈی سانس بھر

Akram Allahabadi

کر بولی۔

''وہ جو کیا کسی نے کہ...''

''بس بس، میں سمجھ گیا۔تم ضرور کوئی ٹریجڈی فلم دیکھ کر آئے ہو۔''

''ہاں...اور اس میں ایک پران بھی دیکھا تھا۔بالکل تمہاری جیسی شکل تھی سالے کی۔''شوکت جلے ہوئے لہجے میں بولا۔

''پھر کیا ہوا اس کا؟''

''ہونا کیا، وہ یانی کہ سچے کا بول بالا اور جھوٹ کا منہ کالا۔ڈائرکٹر نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا، اور ولن بیٹا رہ گئے ناپتے۔''

''خیر خیر، تم پھر سے فلم دیکھنا، شکل مجھ سے نہ ملتی ہوگی۔''

''ارے جاؤ، میاں خاں۔تم پولیس والے پیدائشی ولن ہوتے ہو۔''

''سن لیا آپ نے؟''پری بیگم نے جلتے پر اور تیل چھڑکا۔''اور جتایے ہمدردی ان سے۔''اس کا تخاطب بالے سے تھا اور اشارہ شوکت کی طرف۔

''کوئی بات نہیں، میرا دوست عقل سے تھوڑا سا پیدل ہے، مگر کلیجہ ہاتھی کا پایا ہے۔'' بالے نے گویا شوکت کی تعریف کی۔

''تم خد ہو گے پیدل، میاں خاں۔اور ہاتھی بھی تم خد بلکہ اونٹ۔''

''آپ لوگ تبادلہِ شکایات کیجیے، میں جا کر چائے بھیجتی ہوں۔''پری بیگم یہ کہہ کر مسکراتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی اور شوکت کو اس وقت اس کا بالے کے سامنے سے کھسک جانا ہی غنیمت معلوم ہوا۔

''شرم نہیں آتی تمہیں میری جڑ کاٹتے ہوئے؟''شوکت اب بالے پر برس پڑا۔

''ابے گدھے، میں تو تمہاری جڑ اور مضبوط کر رہا تھا۔''بالے نے ہنس کر جواب دیا۔

Akram Allahabadi

''مجھے مت بناؤ، میاں خاں۔ میں جانتا ہوں تمہاری رال ہر جگہ ٹپکنے لگتی ہے۔''

''یہ لو، دیکھ لو، کہاں ٹپکتی ہے۔'' بالے نے منہ کھول دیا اور شوکت اور کھسیانا ہو گیا۔

''اوپر سے مزاخ اڑاتے ہو۔''

''تم نرے چغد ہو۔ خدا جانے ماں کے پیٹ سے ہی گھاس کھاتے پیدا ہوئے تھے یا...''

''بس بس، باتوں میں مت اڑاؤ۔''

''میں تو اس سے یہی کہہ رہا تھا کہ شوکت جیسا دردیا دل اور شریف آدمی میری نظر سے آج تک نہیں گزرا۔'' بالے نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو کیا ہوتا ہے شریف آدمی سے؟ وہ راجا اندر کی بیٹی تو مزاخ اڑاتی ہے نا میرا۔''

''تمہیں چھیڑتی ہے۔''

''ارے تم کیا جانو، میاں خان، یہ سر سہلاؤ بھیجا کھاؤ والا ماملہ ہے۔''

''تو پھر گولی مارو۔ وہ نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی۔''

''اور بھی کاں مل رئی ہے۔'' شوکت سرد سانس کھینچ کر بولا۔

''کیوں؟ کیا آج کل ہوٹلوں کی سیر نہیں ہوتی؟''

''اکیلے اپنا دل نئیں چاہتا۔''

''خیر، تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی دوست تمہارے کام آیا تھا۔''

''کائے کا کام آیا تھا؟'' شوکت سمجھا نہیں۔

''آج میں ایک ایسی لڑکی سے ملاؤں گا جسے دیکھتے ہی شہید ہو جاؤ گے۔''

''ارے نئیں...؟'' شوکت کو یقین نہیں آیا۔

''تمہارے جذبہ عشق کی قسم۔''

''کب چلو گے؟''

Akram Allahabadi

''میں مونجنی کے بال میں تمہیں شام کو ساڑھے ۷ بجے ملوں گا، مگر شرط یہ ہے کہ میں جس طرح کہوں، اس طرح کرنا ہوگا۔''

''کہیں پھنسا تو نہیں رہے ہو۔''

''بھروسا نہیں ہے کیا مجھ پر؟''

''ہے تو، مگر پورا نہیں ہے۔''

''اللہ پورا کرے گا، نیت نیک رکھو۔ چلو آؤ، میں تمہیں سب سمجھا دوں۔''

''چلو۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

نیا ہمدرد

ہوٹل مونجنی کے منیجر سے ان دنوں شوکت کی صلح تھی، اس لیے شوکت جب اندر داخل ہوا تو اس نے خود ہی اسے اشارہ کر دیا کہ سارجنٹ بالے ہال کے کارنر والی ٹیبل پر اس کا انتظار کر رہا ہے۔ شوکت نے دور سے دیکھا، بالے اکیلا ہی تھا۔ ہال میں اس وقت زیادہ رش نہیں تھا۔ چند میزوں کی نشستیں پر تھیں اور چند میزیں ہی خالی پڑی تھیں۔ بالے اس وقت اپنے شہری لباس میں تھا اور اس کی نظر اس میز کی طرف تھی جہاں ایک ادھیڑ عمر کا آدمی سر جھکائے بیٹھا آرینج اسکوائش کی چسکیاں لے رہا تھا۔ اس کے بدن پر اوسط قسم کا لباس تھا۔ وہ کوئی دیسی عیسائی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے سر پر ایک پرانا سا ہیٹ تھا اور پاس ہی میز سے ٹکی ہوئی ایک چھڑی رکھی ہوئی تھی۔ بالے نے دور ہی سے شوکت کو اس آدمی کے پاس والی میز خالی میز پر بیٹھنے کا اشارہ کر دیا اور خود اس طرح بے تعلق نظر آنے لگا جیسے اس نے اسے کہا بھی نہ ہو۔ مگر شوکت کی نظریں ہال میں اس خوبصورت لڑکی کو تلاش کر رہی تھیں، جس کی امید بالے نے اسے دلائی تھی۔ ہال میں چند میزوں پر کچھ آدمیوں کے ساتھ دوسری عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں، لیکن ان میں کوئی ایسی نہ تھی جسے رال ٹپکا دینے والی خوبصورتی سے تعبیر کیا جا سکے۔ شوکت نے بالے کو ایک بار بے اعتمادی کی نظروں سے گھورا، لیکن بالے نے اسے صبر سے کام لینے کا اشارہ کیا اور وہ صبر سے کام لینے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی، اس میں ساڑھے سات بج کر پانچ منٹ زیادہ ہو چکے تھے۔ اور شوکت کو بے چینی اسی بات کی تھی کہ وہ حسین چوکھٹا کیسا ہوگا، جس کی تعریف بالے نے بھی کی تھی۔

بہر حال وہ لڑکی تو آتی نہ دکھائی دی، البتہ ہوٹل کا بیرا اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

''کیا حکم ہے، صاحب؟'' بیرے نے ادب سے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''حکمِ حاکم مرگِ مفاجات۔''شوکت کو کسی کتاب کی عبارت یاد آ گئی۔

''صاحب، سمجھ میں نہیں آیا۔''

''تم کیا سمجھو گے، پڑھے لکھوں کی باتیں ہیں۔''

''صاحب، آرڈر۔''

''دو آنے کے بھنے ہوئے چنے لے کے آؤ۔''

''صاحب، یہ ہوٹل ہے۔''

''تو میں کب اسے چڑیا گھر کے راہوں۔''

''مگر صاحب یہاں چنے نہیں ملتے، کسی بھڑ بھونجے کی دکان میں جایے۔''

''کائے کو جائیں۔تم ہمیں مشورہ دینے والے کون ہوتے ہو چڑی کے۔''شوکت ایک دم اس پر بگڑ گیا۔

''یہ رعب کسی اور کو دکھایے، صاحب۔سوٹ بھی کسی چور بازار کا ہی ہوگا، ہونہہ۔دو آنے کے چنے۔''بیرا بڑبڑانے لگا۔

''ٹھاپ... یو بلاڈی پلاسٹر۔''شوکت غصے میں حلق کے بل چیخا۔اور ہال میں موجود تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''کیا بات ہے، صاحب؟''ایک آدمی نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

''بات مات کچھ نئیں ہے، بھائی۔میں نے اس سالے کو دو آنے کے چنے کا آرڈر دیا تو بولتا ہے سوٹ بھی چور بازار سے لائے ہو گے۔''شوکت نے اسے اپنی خفگی کی وجہ بتائی۔

''ٹھیک ہی کہا ہوگا۔''کسی طرف سے آواز آئی۔مگر شوکت نے پلٹ کر دیکھا تو سب خاموش ہی نظر آئے۔

''ابے سامنے آؤنا، رستم کی اولاد۔ پیٹھ پیچھے کیا بولتے ہو۔''شوکت کی کھوپڑی واقعی بے قابو ہونے لگی۔

Akram Allahabadi

''مگر صاحب، یہ ہوٹل ہے۔سوچنے کی بات ہے، یہاں چنے کیسے مل سکتے ہیں؟'' پاس آنے والے آدمی نے نرمی سے سمجھایا۔

''تو پھر منیجر نے یہ بورڈ کیوں لگایا ہے، یانی 'آپ کی پسند کی ہر چیز مہیا کی جائے گی'۔''شوکت نے بورڈ کی طرف اشارہ کیا اور وہ لوگ بھی اس طرف دیکھنے لگے۔

اتنے میں مونجنی کا منیجر خود بھی آپہنچا۔بالے نے اسے اشارہ کر دیا تھا۔وہ غصے میں بھرا نظر آرہا تھا۔

''شوکت صاحب، آج پھر آپ نے گڑبڑ مچائی ہوٹل میں؟'' وہ آتے ہی بولا۔

''اے لو، آئے حمایتی اپنے سگے کے۔''

''مگر اس سے قصور کیا ہوا آخر؟''

''مجھے چنے چاہئیں۔بس چنے لاؤ دو آنے کے، نہیں تو یہ بورڈ الٹا لٹکاؤ۔''شوکت اکڑ گیا۔

''دیکھیے مسٹر، یہ ہوٹل ہے یہاں اگر شرافت سے بیٹھنا ہے تو بیٹھیے، ورنہ راستہ وہ رہا۔''منیجر نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔دوسرے خاموشی سے اس دلچسپ جھڑپ کو دیکھ رہے تھے۔

''آں... یانی کہ تم مجھے راستہ دکھاؤ گے، ارے میں خود تمہیں ہزار مرتبہ راستہ دکھا سکتا ہوں۔کیا قیمت ہے تمہارے اس ہوٹل کی؟''شوکت نے جیب میں اس طرح ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا، جیسے ساری قیمت ابھی چکا دے گا۔

''آپ پہلے بھی ایک بار ایسی ہی اکڑ دکھا چکے ہیں، حالانکہ پلے کچھ بھی نہیں نکلا۔'' منیجر نے اسے اور گرم کر دیا۔

''کیا...؟ یانی تم مجھے شیخ چلی سمجھتے ہو؟'' وہ شیخی خور کی جگہ شیخ چلی بول گیا اور فوراً ہی کسی میز سے اسے جواب بھی سنائی دے گیا۔کسی نے کہا تھا۔''شکل تو کچھ ایسی ہی ہے۔''

Akram Allahabadi

''میں پوچھ رہا ہوں، کیا قیمت ہے اس ہوٹل کی؟''

''صرف دو لاکھ۔''منیجر نے مسکرا کر کہا۔

''باس...اسی پے اِتّے اینٹھ رئے تھے، میاں خان۔''شوکت نے حقارت آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا اور اپنی چیک بک نکال لی اور فوراً ہی میز پر بیٹھ کر دو لاکھ کا ایک چیک کاٹ دیا۔

''یہ لو، اور رستہ ناپو، ابھی، اسی وقت۔''وہ چیک اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔اس اقدام پر لوگ اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔وہ اسے اتنا بااحیثیت آدمی تو ہرگز نہ سمجھے تھے، بلکہ عام طور پر لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ کوئی خبطی ہے۔منیجر بھی سٹپٹا گیا۔شاید بالے نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ شوکت کو جنون آجائے تو بات یہاں تک پہنچ سکتی ہے۔

''تم...مگر صاحب...میں کوئی مالک...یعنی ہوٹل کا مالک نہیں ہوں۔''منیجر بوکھلا کر بولا۔

''اے لو، اِتّے شریف آدمیوں کے سامنے زبان دے کے مکر رہے ہو۔''شوکت نے دوسروں کی طرف اشارہ کیا۔

''ہاں ہاں، صاحب۔ہوٹل تو اصول سے اب ان کا ہو گیا۔''چند آوازیں شوکت کی حمایت میں اٹھیں۔

''مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ خرید ہی لیں گے۔''

''وہ جو کہا ہے کسی نے کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے، میں نے تمہا چرا سر نیچا اور ٹانگیں اوپر کر دیں۔''شوکت اکڑ کر بولا۔

''بہرحال مجھے افسوس ہے کہ مجھے اس کے بیچنے، نہ بیچنے کا اختیار نہیں ہے۔آپ کو خریدنا ہی ہو تو اس کے مالکوں سے ملیں۔''

''ملے میرا خدا کا، میں کیوں ملوں۔تم تو بس یہ دو لاکھ لو، اور دفا ہو جاؤ۔''شوکت نے

Akram Allahabadi

ضد کی۔ بالے دور ہی سے یہ تماشا دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

''مگر سنیے تو، جناب۔'' ایک آدمی منیجر کی حمایت میں شوکت کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

''کائے کو سنوں، نئیں سنتا۔'' شوکت نے اکڑ دکھائی۔

''ہاں ہاں، آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ حق پر ہیں۔'' اچانک قریب کی میز پر بیٹھا وہی ادھیڑ عمر آدمی تیزی سے نکل کر اس کے قریب آتے ہوئے اس کی تائید میں بولا۔

''اور نئیں تو۔ ایسی ایمانداری کی بات ہونی چاہیے۔''

''اچھا، مجھے تھوڑی دیر کی مہلت دیجیے، تاکہ میں فون پر اس کے مالکوں سے پوچھ لوں۔'' منیجر نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

''اچھا جاؤ، پوچھ لو، اچھی طرح پوچھ لو، مگر میں ہوٹل خرید کے رہوں گا۔''

شوکت یہ کہتا ہوا اسی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا آدمی سامنے کھڑا رہا۔ وہ بڑا مؤدب نظر آ رہا تھا۔

''بیٹھ جایے، بیٹھ جایے۔ آپ ہی تو ایک اچھے آدمی نکلے اتوں میں سے۔'' شوکت نے اس کی تعریف کی اور وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

منیجر واپس لوٹ گیا اور اس نے خاموشی سے آفس میں چلے جانے میں ہی عافیت سمجھی، مگر بیرا ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔ اسے اپنی نوکری کی فکر پڑی تھی۔ اگر مالک بدل گیا تو؟

''میاں... ماف کرنا، میاں۔ مجھے نئیں مالوم تھا کہ آپ اتے بڑے آدمی ہیں۔ میاں حضور، دو آنے کے تو کیا، میں تو ایک پیسے کے بھی چنے لانے کے لیے تیار ہوں۔'' وہ خوشامدانہ لہجے میں معافی مانگنے لگا۔

''ابے تو کیا تو بھی بھوپالی ہے؟'' شوکت نے چونک کر اس سے پوچھا۔

''ہاں میاں۔ میری تو سات پشتیں بھوپالی ہیں۔ اور آپ تو بھوپال کے کوئی نواب

ہی ہوں گے، ماف کرنا۔ یہ شان تو نوابوں کی ہی ہوتی ہے کہ ریاست لٹ جائے، مگر مونچھ نیچے نہیں ہوگی۔'' بیرے نے کچھ اس انداز سے شوکت کی تعریف کی کہ بیٹھے بیٹھے اس کا وزن دو پونڈ اور بڑھ گیا۔

''سالے بھوپالی بھی کہیں چھپتے ہیں۔'' شوکت ہنسنے لگا۔

''نہیں میاں، کہیں نہیں چھپتے۔ وہ اپنے نواب صاحب ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کے دربار میں لندن گئے تھے۔ ملکہ وکٹوریہ نے پوچھا، کہو میاں کیسے ہو۔ کہنے لگے، بیا آپ کی دوا (دعا) ہے، بس جی رہا ہوں۔ بس میاں، ملکہ وکٹوریہ نے فوراً بولی سے پکڑ لیا کہ تم نواب بھوپال کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔'' بیرے نے بھوپال سے اپنا تعلق جتانے کے لیے حکایات کا دفتر کھول دیا۔ مگر پھر خود ہی سوال کر بیٹھا۔

''مگر، میاں، یہ اپنے بمبئی میں گھوڑا گاڑی کو وکٹوریہ کائے کو کہتے ہیں؟''

''اور لو... اِتا بھی مالوم نہیں۔'' شوکت نے اپنی عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔ ''ابے، جب وہ ملکہ یہاں آئی تھی تو اسی گاڑی پے چڑھی تھی، اسی لیے تو اس کے نام پر گاڑی کا نام رکھا گیا ہے۔''

''ایسا... بھلا میاں، میں جاہل آدمی اتی بڑی باتیں کیا جانوں۔''

''اچھا جا، میرے لیے آرینج لے آ اور ان کے لیے...'' یہ کہتے ہوئے اس نے سوالیہ نظروں سے اس ادھیڑ عمر آدمی کو دیکھا۔

''نہیں نہیں، اس تکلف کی کیا ضرورت ہے، حضور۔'' ادھیڑ عمر آدمی نے خوشامداً کہا۔

''اے لو، تکلف مکلف کائے کا۔ آپ کو کچھ تو پیا ای پڑے گا، یانی کے وہ جو کہا ہے کسی شائر نے کہ،

اے ذوق تکلف میں تکلیف ہے سراسر

''تو جو آپ پیئں گے، وہی پی لوں گا۔''

''اچھا تو خاں، دو لے آؤ۔'' شوکت نے بے تکلفی سے بیرے سے کہا۔ اور وہ

مستعدی دکھاتا ہوا سر جھکا کر فوراً چلا گیا۔

''آپ نے تو ایسا طمانچہ مارا ہے منیجر کے منہ پر کہ زندگی بھر یاد کرے گا۔'' وہ آدمی شوکت کو اور بانس پر چڑھانے لگا۔

''ارے یہ ایک کیا، میں ایسے ایسے ایک درجن ہوٹل خرید سکتا ہوں۔ سالا منیجری دکھانے چلا تھا۔''

''بڑا رئیسانہ مزاج پایا ہے آپ نے۔'' وہ تعریف کرنے لگا اور شوکت جواب میں اس طرح ہنس دیا جیسے اس کے دل کی بات کہہ دی گئی ہو۔

''مجھے ایسی شاندار شخصیتیں بہت پسند ہیں۔ میرا نام فالکن ہے۔ میں یہاں امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرتا ہوں۔ کیا آپ میری دعوت قبول فرمائیں گے؟ کل رات آٹھ بجے۔''

''ارے نہیں... کائے کو شرمندہ کر رہے ہیں آپ۔'' شوکت نے اخلاق جتایا۔

''نہیں... دیکھیے، میرا دل نہ توڑیے۔'' وہ پیچھے ہی پڑ گیا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر شوکت کی طرف بڑھا دیا۔

''ہم آپ کا بے چینی سے انتظار کریں گے۔'' وہ بولا۔

ہم کے لفظ سے شوکت چونکا ضرور، لیکن اس نے چہرے سے اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔ اتنی اداکاری تو اسے بالے کی صحبت میں آ ہی گئی تھی۔

''اچھا اچھا، میں کوشش کروں گا۔''

''کوشش نہیں، وعدہ کیجیے۔''

''اچھا آؤں گا، بس۔''

بیرا اتنے میں آرینج لے آیا اور دونوں پینے لگے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تعویزات ہند

موبجنی سے آتے وقت بالے بھی شوکت کی کار میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''کاں مرگئی تمہاری وہ بہت خوبصورت لڑکی سالی۔''

''صبر کرو، بیٹے، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔''

''کائے کا صبر مبر، اب میں تمہاری بات میں کبھی نہیں آؤں گا۔ وہ تو منیجر ڈر گیا بیچارا، مجھیں تو دو لاکھ روپے بھی پھنسے تھے میرے۔''

''اس آدمی نے تمہیں دعوت دی ہے نا؟'' بالے نے اس کی ان سنی کر کے پوچھا۔

''ہاں، مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

''میں نے اسے اپنا کارڈ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''ہاں، دعوت دی ہے۔''

''بس تو وہیں درشن ہوں گے تمہیں۔''

''کس کے؟''

''اس خوبصورت چوکھٹے کے۔''

''پھر چکر چلایا تم نے۔''

''خود دیکھ لینا۔''

''ارے تو کہیں پھنسا تو نہیں رے ہو مجھے؟''

''گھبراؤ نہیں، بیٹے۔ جب تک میں ہوں، تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''ہشت، ڈرتا کون ہے۔ کوئی وہ سمجھا ہے۔ یانی کہ... یانی کہ... کچھ نہیں۔''

''تو بس پھر کل ۸ بجے پہنچ جانا۔''

Akram Allahabadi

''تم کائے کو نہیں چلتے ساتھ میں؟''

''گدھے ہو پورے۔''

''تم خد ہو گے، میاں خاں۔ ذرا زبان سنبھالو۔''

''برا نہیں مانتے، ڈیر سکھٹ۔ میں چلوں گا تو تمہارا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ مگر تم اطمینان رکھو، تم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔''

''خیر، اللہ مالک ہے۔'' شوکت نے تن بتقدیر ہو کر کہا۔

''مگر یہ چکر کیا ہے، بالے بھائی۔'' اس کے ذہن میں پھر سوال پیدا ہو گیا۔

''ابھی تو میں خود بھی نہیں جانتا پوری طرح، بہر حال کل معلوم ہو جائے گا۔'' بالے نے جواب دیا۔

''پری بیگم سے ذکر مت کرنا لڑکی کا۔'' شوکت نے بالے کو ہدایت کی۔

''کیوں؟ کیا ڈرتے ہو اس سے؟''

''ڈرنا کائے کا، مگر وہ برا مان جائے گی۔''

''تو کیا وہ تم سے محبت کرتی ہے؟''

''محبت کرتی تو کیا ہوا، مجھے تو اب بھی پسند ہے۔''

''تو پھر آکٹوپس کی طرح ہر طرف ہاتھ پیر کیوں پھیلاتے رہتے ہو، اس کے نام کا وظیفہ پڑھا کرو۔''

''اے لو، میاں کا ں زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ اللہ نے دنیا بنائی کائے کے لیے ہے۔''

''اس وقت تو تم پورے فلاسفر معلوم ہو رہے ہو۔''

''اپنا فلسفہ تو یہی ہے، میاں خاں، یانی کہ وہ جو کہا ہے کسی شائر نے کیا خوب کہ:

عیش کر لے دنیا میں غافل زندگی پھر کہاں ملتی ہے

ا و ر نو جو ا نی پھر کا ں ملتی ہے

Akram Allahabadi

''واہ واہ، کیا خوب کہا ہے۔'' بالے نے اس کی سخن سخی کا مذاق اڑایا۔ ''کوئی دل والا شائر مالوم ہوتا ہے؟''

''شاعر دل والے ہی ہوا کرتے ہیں۔''

''ارے نہیں، سب نہیں ہوتے۔ کتے تو سالے روتے ہی رہتے ہیں۔ ایک غزل میں دس جگہ موت ہو جائے گی، جنازہ بھی اٹھ جائے گا اور پھر وئیں دھرے ہیں بے غیرتوں کی طرح۔'' شوکت نے اپنی دانست میں شاعروں کو لتاڑ ڈالا۔

''کچھ کام کے بھی ہوتے ہیں۔''

''لو، کائے کے کام کے، کہیں بلبل بن گئے، کہیں معشوق کے فراک میں گھس گئے ...ہیں... یانی کہ فراق میں۔ کہیں ایک نظر سے قتل ہو گئے اور کہیں شہیدِ موجت ہو کے قبر کے اندر سے ای بول رئے ہیں، ہشت۔''

''اب تم گدھے سے کون بحث کرے۔'' بالے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''میاں خاں، یہ شیر شائری ہے، کوئی تعویزاتِ ہند نہیں ہے، جو تمہاری چلے گی۔'' شوکت نے اپنے تئیں اسے معقول ترین جواب دیا، لیکن بدقسمتی سے اس نے یوں تو ابھی تک کسی کتاب میں تعزیراتِ ہند پڑھا نہیں نہیں تھا اور سنا بھی تھا تو کچھ ایسا ہی۔ بالے نے اب تک تو ضبط سے ہی کام لیا تھا، مگر اس 'تعویزاتِ ہند' پر اس کا قہقہہ چھوٹ ہی گیا۔

''اے لو، اب جھینپ مٹانے کے لیے ہنسنے ای لگے۔'' شوکت نے اس کی ہنسی کا مطلب کچھ اور سمجھ کر کہا۔

''خیر کار روک لو، میں یہیں اتروں گا۔'' بالے نے ایک چوراہے پر ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔

''لو۔'' شوکت نے جھٹکے سے بریک لگایا اور کار رک گئی۔ بالے کار سے اتر گیا۔

''اور ہاں دیکھو، تم پری بیگم کے سامنے زیادہ چڑی کے غلام بننے کی کوشش مت

کرو۔'' بالے نے چلتے چلتے اسے سمجھایا۔

''کیا مطلب؟'' شوکت چونک کر اسے دیکھنے لگا، لہجہ نا خوشگوار تھا۔

''ضرورت سے زیادہ ناز برداری عورت کا دماغ خراب کر دیتی ہے، بیٹے۔'' بالے نے قریب ہو کر کہا۔

''ارے، مگر وہ تو ابھی لڑکی ہے، اور ت کاں سے بن گئی جو اِتّی تجربہ کار ہو جائے گی۔''

''خدا کی قسم تم نرے چغد ہو۔'' بالے یہ کہہ کر جھنجلایا ہوا چل دیا۔ اس نے یہ بھی نہ سنا کہ شوکت کار اسٹارٹ کرتے کرتے بھی اسے چغد کی کئی پشتیں گنوا چکا تھا۔ ویسے شوکت کی کھوپڑی میں ایک نیا خیال اور بھی آ گھسا، کہیں اس میں بھی بالے کا کوئی مطلب نہ ہو۔ مثلاً اسے اس طرح بھڑکا کر... مگر نہیں، کچھ بھی ہو وہ دوست ہے، ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ سوچ کر اس نے اس وہم کو دماغ سے نکال پھینکا اور ایک نامعلوم سی خوبصورت لڑکی کے تصور میں اپنی کار سمیت غرق ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

''حکم کی تعمیل ہو گئی، حضور والا۔'' بالے نے اپنا فیلٹ ہیٹ اسٹینڈ پر پھینکتے ہوئے خان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''لیکن وہ گدھا گھبرا نہ جائے کہیں؟'' خان نے کچھ سوچ کر کہا۔

''اب وہ اتنا گدھا بھی نہیں ہے۔'' بالے نے جواب دیا۔

''بس اب تم صرف ان لوگوں کی نگرانی کرو گے۔''

''آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے میں ان سے واقف ہوں۔''

''اس کی قطعی ضرورت نہیں، تم صرف شوکت کا تعاقب کرنا اور تمہیں سب کچھ معلوم

ہو جائے گا۔"

"اس کی بھی کیا ضرورت ہے، اس آدمی نے شوکت کو اپنا جو کارڈ دیا تھا، اس کی نقل میں نوٹ بک میں کر چکا ہوں۔ یہ رہا اس کا پتا۔" بالے نے جیب سے نوٹ بک نکال کر اس کے سامنے کر دی۔

خان نے دیکھا، اس پر لکھا تھا: فالکن ڈی کروز تھرڈ فلور ۲۴ شیفرڈ روڈ۔

"تو ان کے ایڈریس بھی ہر مرتبہ بدلتے رہتے ہیں۔" خان بڑبڑایا۔

"کم از کم اب تو بتا دیجیے کہ یہ کیا چکر ہے؟"

"یہ بظاہر معمولی مگر بہت بڑا چکر ہے۔ جلد بازی نہ کرو خود ہی سب سمجھ لو گے۔"

خان نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا اور وہ سمجھ گیا کہ اب کوئی سوال کرنا ہی بیکار ہے۔ اس وقت خان سے کچھ نہ بتائے گا۔

"اجازت ہو تو میں آج ہی اس ایڈریس کو چیک کر لوں؟"

"لاحاصل ہے۔ آج تمہیں کچھ نہ ملے گا اور کل شوکت کو دیے گئے وقت سے پہلے بھی کچھ نہ کر بیٹھنا، ورنہ سارا کھیل خراب ہو جائے گا۔ وہ لوگ بڑے چالاک ہیں اور ان کے طریقے بھی اتنے ہی عجیب اور پراسرار ہیں۔"

"شوکت کو کہیں سولی پر تو نہیں چڑھا دیا ہے ہم نے؟"

"نہیں، وہ اس حد تک خطرناک نہیں ہیں، بلکہ وہ تو قانون کی حد تک بھی خطرناک نہیں ہیں، اس لیے تو مجھے یہ طریق کار اختیار کرنا پڑا ہے۔ وہ اپنی مرضی کا ہر کام کر گزرتے ہیں، لیکن پولیس اگر ان کا پورا پورا سراغ بھی لگا لے، تب بھی قانون کچھ نہیں بگاڑ سکتا ان کا۔" خان نے بتایا۔

"آپ کا مطلب ہے کہ اس بار ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جو قانون شکن نہیں ہیں۔"

Akram Allahabadi

''تقریباً یہی سمجھو۔''

''تب تو واقعی ٹیڑھی کھیر ہے جو قانون کے دائرے میں نہیں آتے، ان کا ہم کیا بگاڑ سکیں گے؟'' بالے نے مایوسی سے کہا۔

''اسی لیے تو یہ ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان پر ہاتھ ڈالنے کے لیے ہمیں کافی پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔''

'ہمیں کیوں؟ غلام رسول ہے، خانسا ماں ہے؟''

'کس لیے؟'' خان چونکا۔

''پاپڑ بیلنے کے لیے۔ اور پھر پاپڑ کھانا کچھ اچھا شوق بھی تو نہیں۔''

''بہک چلی کھوپڑی تمہاری۔''

''میں آج کل لغوی اعتبار سے گفتگو کرنے لگا ہوں۔''

''لیکن میں نے بھی شارٹ ہینڈ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔'' خان کا ہاتھ اٹھا۔

''سمجھ گیا، سمجھ گیا۔'' یہ کہتا ہوا وہ صوفے سے اچھل کر دور کھڑا ہو گیا۔

''جاؤ، لباس تبدیل کر ڈالو، شاید ہمیں کہیں چلنا پڑے۔'' خان نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

''میں شدت سے بھوکا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ بھوکا آدمی...''

''بکو مت، کھانے کے لیے میں نے منع نہیں کیا ہے، جاؤ جلدی کرو۔''

''میں چبا چبا کر کھانے کا عادی ہوں، اس لیے کم از کم فی نوالہ پانچ منٹ کی رفتار سے انتظار کرنا پڑے گا۔''

''تم جاؤ گے کہ نہیں، سور۔''

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

لٹکتی لاش

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد خان کی پرائیوٹ کار رات کے سناٹے میں ٹرنر روڈ پر دوڑ رہی تھی۔ خان اور بالے دونوں کار میں موجود تھے اور اگلی نشستوں پر ہی تھے۔ خان خود کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

''مرڈر کیسز سے ذرا فرصت ملی تو آپ نے یہ نیا چکر چلا دیا۔'' بالے بڑبڑانے لگا۔

''مصروف رہنا زندہ قوم کی نشانی ہے۔''

''آپ پولیس کی نوکری چھوڑ کر الیکشن لڑانا شروع کر دیجیے۔''

''کیوں؟''

''یہ سیاسی خیالات ایسے ہی لوگوں کو زیب دیتے ہیں۔''

''ذمے داری بہت بڑی چیز ہے، بالے صاحب۔''

''یہ سوچنا آپ کا کام ہے، اپنی تقدیر میں تو اسسٹنٹی لکھی ہے۔''

''ہمارے قانون میں بھی بہت سے ایسے روزن ہیں جن سے چوہے نکل کر بھاگ جاتے ہیں۔''

''آپ کی تشبیہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''جرائم کے بعض طریقے ایسے ہیں جو قانون کی گرفت میں نہیں آتے۔''

''لیکن کیا ہماری شاخ سے ان کا تعلق ہے؟''

''یہاں ہونے والے ہر غیر قانونی جرم سے ہماری شاخ کا تعلق ہو سکتا ہے۔''

''لیکن جو جرائم قانون کی گرفت میں نہیں آسکتے، انھیں آپ غیر قانونی کیوں کہہ رہے ہیں۔''

Akram Allahabadi

''ان ہی کو تو گرفت میں لانا ہے۔''

''یعنی یہ زبردستی کی ٹھیکیداری ہے۔''

''یونہی سمجھ لو، مگر اس پراسرار گروہ نے شہر میں بڑی بے چینی پھیلا رکھی ہے۔''

''اہا..تو اب آپ تشریح بھی فرما دیجیے۔''

''میں نے کہا نا کہ سب کچھ خود بخود تمہارے سامنے آ جائے گا۔''

''پھر گول کر گئے۔'' بالے دبے لہجے میں بڑبڑایا، مگر خان نے کوئی جواب نہ دیا۔

ان کی کار آسٹن گیرج سے کچھ فاصلے پر ایک شاندار عمارت کے احاطے کے دروازے سے کچھ دوری پر رک گئی۔

''آؤ، میں یہاں تمہیں ایک ایسے آدمی سے ملاؤں، جسے شاید تم پہچان بھی جاؤ۔'' خان نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

'یہ تو رتن چند کی کوٹھی ہے، جو پاگل ہو گیا تھا۔''

''کیا تم اسے جانتے ہو؟''

''ظاہر ہے کہ ایک مشہور دولتمند شہری سے کم از کم پولیس والے تو واقف ہوں گے ہی۔''

''خیر، عام لوگ اس سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔ پولیس والے تو اسے پچھلے دنوں اس کے پاگل پن والے کیس سے ہی جاننے لگے ہیں۔''

''لیکن میں تو اسے اس کی شاندار کار کی وجہ سے جانتا تھا۔ یہ پاگل پن والا کیس کیا تھا؟''

''اس وقت ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ محض ایک معمولی واقعہ جسے اس علاقے کے پولیس اسٹیشن نے ہی نپٹ لیا تھا، مگر کل مجھے اس پر غور کرنا پڑا۔''

''اپنے پلے کچھ نہیں پڑ رہا۔''

''رتن چند نے اپنی ایک مل پر مختلف پارٹیوں سے بیس لاکھ روپے قرض لے رکھے

تھے اور لطف یہ کہ یہ مل جہاں ریشمی کپڑے تیار ہوتے ہیں، اپنی کل حیثیت میں دو لاکھ سے زیادہ قیمت نہیں رکھتی۔''

''تو عقل کے اندھوں نے اسے بیس لاکھ کیسے دے دیے؟''

''بتایا نا کہ مختلف پارٹیوں سے اس نے لیے تھے، اور ان میں سے ہر پارٹی اس حقیقت سے ناواقف تھی کہ یہی مل کسی اور کے پاس بھی رہن ہے۔''

''مگر رتن چند تو خود حیثیت دار آدمی تھا۔ یہ شاندار کوٹھی، یہ اس کی ۲۲ ہزار کی کار۔'' بالے نے اظہارِ حیرت کیا۔

''یہی تو مزیدار بات ہے، بالے صاحب۔ یہ کوٹھی دراصل ایک ایسے آدمی کی ہے جو اسے رتن چند کے نام کر کے پاکستان چلا گیا تھا۔ کیونکہ رتن چند نے اپنی پاکستان کی کوٹھی اس کے نام لکھ دی تھی۔ حالانکہ بعد میں پتا چلا کہ وہ فراڈ تھا۔ رتن چند سندھی تھا اور کراچی سے سمندر کے راستے پناہ گزینوں کے ہمراہ یہاں پہنچا تھا۔ وہ شروع میں یہاں ہر ایک سے اپنا یہی دکھڑا روتا پھرتا تھا کہ پاکستان میں وہ نہ صرف اپنی بہت بڑی شاندار کوٹھی تھی، بلکہ اس میں بند ایک ایسی تجوری بھی چھوڑ کر بھاگا ہے، جس میں ایک لاکھ سے زیادہ نقد رقم موجود ہے۔ وہ اسے جلدی میں تبادلہِ جائداد کی نیت سے پاکستان پولیس کے حوالے کر کے چلا آیا ہے، مگر یہاں اس لکھ پتی آدمی کو بھکاریوں جیسی زندگی گزارنی پڑ رہی ہے۔ اس نے یہاں حشمت اللہ کو جو اس کوٹھی اور سلک مل کا مالک تھا، ایسے کاغذات بھی دکھائے جن سے اس کے بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ رتن چند، حشمت اللہ کے یہاں ملازم بھی ہو گیا تھا اور اس نے بہت جلد اس پر اپنا رعب جما لیا۔ حشمت اللہ کے رشتے دار پاکستان جا چکے تھے اور ان ہی دنوں یہاں ایک فرقہ وارانہ فساد ہو گیا، جس سے خوفزدہ ہو کر حشمت اللہ نے اس کوٹھی اور سلک مل رتن چند کے نام لکھ دی اور اس کے تبادلے میں اس سے اس کی کراچی والی کوٹھی کے کاغذات اور تبادلہِ جائداد کا اقرار نامہ لے کر پاکستان چلا گیا۔ تب سے یہ کوٹھی جو اب ۹ برس کے بعد رتن چند کی ہی کوٹھی سمجھی جاتی ہے

اور وہ سلک مل رتن چند کے نام سے ہی مشہور ہیں اور پچھلے دنوں اس کے مقروض ہونے کا انکشاف اس وقت ہوا جب اسے ایک پاگل کتے نے کاٹ کھایا اور وہ اس کے نتیجے میں پاگل ہی ہوگیا۔''

''شاید پاگل نہ ہوا ہوتا تو اور نہ جانے کتنوں کا بیڑہ غرق کرتا۔''

''نہیں، بالے صاحب۔اس پاگل پن کے پیچھے بھی اس کی اور ہی چال تھی۔وہ اس طرح یہ مفت کی کوٹھی اور سلک مل کھوکر بھی بیس لاکھ روپے ہضم کر گیا۔کیونکہ اس کے پاگل ہونے کی خبر سن کر تمام قرضخواہ ٹوٹ پڑے تھے اور ظاہر ہے کہ فراڈ ثابت ہونے پر بھی پولیس ایک پاگل کے خلاف کیا اقدام کرتی، سوائے اس کے کہ اسے طبی معائنے کے بعد پاگل خانے بھیج دے۔''

''تو وہ پاگل خانے میں ہے؟''

''ہاں۔''

''مگر آپ کو یہ تمام حالات کیسے معلوم ہوئے؟''

''اس فراڈ کے سلسلے میں سپرنٹنڈنٹ کورڈے نے تحقیقات کی تھی اور اسی ضمن میں وہ حالات معلوم ہوئے۔مجھے انھوں نے ہی بتایا تھا۔''

''تو پھر آج اچانک آپ کو اس کیس میں کون سے اسرار نظر آگئے؟''

''رتن چند پاگل خانے سے فرار ہوگیا ہے۔''

''تب بھی کیا ہوا؟ پاگل ٹھہرا، بھاگ نکلا ہوگا۔''

''نہیں، بالے صاحب۔پاگل آدمی کسی کو رشوت نہیں دیا کرتے، اور وہ ایک محافظ کو رشوت دے کر وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوا ہے۔''

''تو کیا پاگل خانے میں اس کے پاس رقم بھی موجود تھی؟'' بالے نے پوچھا۔

''اب کچھ کام لیا ہے تم نے عقل سے۔''

Akram Allahabadi

''حالانکہ پاگل خانے میں یہ بات ناممکن ہے،ضرور کسی نے باہر سے اس تک یہ رقم پہنچائی ہوگی ۔اوراس طرح اس کا باہوش وحواس ہونا ثابت ہوتا ہے۔''

''بالکل ٹھیک۔''خان نے اسے بولتے رہنے کا موقع دیا۔

''تب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے رقم پہنچانے والا کون تھا اوراس کا جواب وہ آدمی ہی دے سکتا ہے جس نے رشوت لی تھی۔''

''پھر بھٹک گئے۔''خان نے کہا۔

''اب وہ اس عمارت کے احاطے کی دیوار کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔انھوں نے دیکھا، کمپاؤنڈ کے دروازے پر بھی کورٹ رسیور کی سرکاری مہر لگی ہوئی تھی۔یہ مہر ایک بڑے سے قفل کو سیل کر کے لگائی گئی تھی۔

''آؤ،اس فصیل کے راستے اندر چلیں۔''خان نے آگے بڑھ کر ایک جگہ تاریکی میں رکتے ہوئے کہا۔

''غیر قانونی حرکت کے مرتکب تو ہم ہو رہے ہیں اب۔''بالے بولا۔''آخر آپ اس کی اجازت بھی تو حاصل کر سکتے تھے؟''

''جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو خاموش ہی رہا کرو۔''خان کے لہجے میں ترشی تھی۔

فصیل زیادہ اونچی نہ تھی۔ہاتھ اس تک پہنچ جانے پر وہ بآسانی اوپر کی طرف اٹھ کر فصیل پر پہنچ گئے اور دوسرے لمحے وہ اس احاطے کے اندر تھے، جہاں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔کورٹ رسیور کے قبضے کے بعد یہاں کی ہر چیز پر سرکاری مہر لگ چکی تھی اور رتن چند کے ملازموں کو رخصت کر دیا گیا تھا۔

احاطے میں پھولوں کی کیاریاں تھیں،جنھوں نے اسے کئی روشوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔خان آگے چلتا رہا اور بالے اس کے پیچھے۔عمارت کا پورٹیکو بھی تاریک تھا، بلکہ پوری عمارت ہی تاریک تھی،لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خان پہلے یہاں آچکا ہو، یا اس عمارت سے

واقف ہو۔ وہ بلا روک پورٹیکو سے گزر کر اس کے برآمدے میں داخل ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے سناٹے میں کچھ دیر اپنی سانس روک کر آہٹ لی، مگر سوائے گھاس میں سرسرانے والے ریموں کے انھیں اور کوئی آواز سنائی نہ دی۔

یہاں کا داخلی دروازہ بھی مقفل تھا اور اس پر بھی سرکاری سیل لگی ہوئی تھی۔ خان نے جیب سے ٹارچ نکالی اور اس کی محدود روشنی کے دائرے میں اس قفل کو دیکھنے لگا۔

''ہونہہ، یہ راستہ نہیں ہو سکتا۔'' وہ سرگوشی کے لہجے میں بڑبڑایا۔

''تو پھر کیا آسمان سے سیڑھیاں اتری ہوں گی۔'' بالے نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ایں...؟'' خان چونکا۔ ''ہاں، یہ بھی ممکن ہے۔ اچھا تم یہاں ٹھہرو، لیکن احاطے کی طرف دھیان رکھنا، اگر وہ لوگ ابھی تک یہاں نہیں پہنچے ہیں تو اب آئیں گے۔'' خان نے بالے کو ہدایت کی۔

''اور اگر وہ نظر آئیں تو کیا کروں؟''

''ناک پر انگلی رکھ کر ناچنے لگنا۔ مردود کہیں کے، اب میں تمھیں اتنی سی باتیں بتاؤں۔'' خان جھنجلا گیا۔

''لاحول ولاقوۃ۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ ایسی صورت میں کیا مجھے اقدام کی آزادی ہو گی؟''

''کیسا اقدام؟ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ یہاں آتے کیوں ہیں۔''

''اور یہ کیا ضروری ہے کہ وہ یہاں آئیں؟''

''قطعی ضروری ہے۔ میں کل رات بھی یہاں جھک مار گیا ہوں، لیکن بعد میں مجھے اس کا احساس ہوا کہ انھوں نے صرف یہاں باہر سے رات کے حالات کا جائزہ لیا ہو گا اور کوٹھی کو باہر سے بالکل سونا پا کر وہ آج اس میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔''

Akram Allahabadi

''مگر آپ کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں؟''

''رتن چندا وراس کے ساتھیوں ہیا ساتھی کا۔''

''رتن چند یہاں کیوں آنے لگا؟''

''وہ یہاں ضرور آئے گا۔''

''لیکن اس کا سبب؟''

''اوہ، زیادہ بحث نہ کیا کرو۔ میں ہوا میں تیر چھوڑنے کا عادی نہیں ہوں، کچھ سبب ہی ہوگا آخر۔''

''بہتر ہے، نہ بتایئے۔ میں تو فقط حکم کا غلام ہوں۔'' بالے کا لہجہ اداس ہوگیا۔

''گدھے ہو پورے۔ خیر میں پہلے آسمان سے اس کا راستہ دیکھتا ہوں، بعد میں بتاؤں گا، تم مستعد رہو۔''

یہ کہہ کر خان برآمدے سے اترا اور اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ بالے نے برآمدے میں آکر نظریں تاریکی میں احاطے میں جمادیں۔

ایک منٹ بعد ہی خان عمارت کے دائیں بازو سے پائپ کا سہارا لیتا ہوا اوپر چڑھ رہا تھا۔ اس طرف تاریکی گہری تھی اور احاطے سے کوئی روشنی بھی کرے تو یہ جگہ آڑ میں پڑتی تھی۔ اس نے پائپ کے ذریعے اوپر چڑھتے ہوئے خفیف سی سرسراہٹ بھی نہ ہونے دی۔ اس کے جوتے اس کی جیبوں میں تھے اور کان چاروں طرف کی آہٹ پا رہے تھے۔

بالآخر وہ چھت پر پہنچ گیا۔ یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے تین روشندان بنے ہوئے تھے، جو تین علیحدہ علیحدہ کمروں کے ہوں گے۔ وہ اس روشندان کی طرف لپکا، جس کے شیشوں پر نیچے کی طرف سے کسی مدھم سی روشنی کا عکس پڑ رہا تھا۔ شیشے میلے تھے اور ان سے اندر جھانک کر دیکھنا مشکل تھا۔ ایسے وقت ایسی مخصوص ضرورتوں کے لیے اس کے پرس کی جیب میں پڑی ہوئی ہیرے کی قلم کام آگئی۔ یہ بسا اوقات اس کے کام آتی تھی۔ اس کے ذریعے اس

نے ایک شیشہ کاٹ کر الگ کر دیا اور اس خلا سے اندر جھانکنے لگا۔

مگر اندر نظر پڑتے ہی وہ چونک پڑا۔

اندر ایک کمرے میں جو جدید قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھا، چھت کے ایک کنڈے سے ایک لاش لٹک رہی تھی۔

اس نے چوکور روشندان کے ایک سمت کا پورا فریم ہی اکھاڑ ڈالا۔ اب وہ بآسانی اس روشندان میں داخل ہو کر اس کے ذریعے کمرے میں کود سکتا تھا اور اس نے یہی کیا۔

اس کا اندیشہ درست ہی نکلا۔ یہ لاش رتن چند کی ہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے گلے میں پھندا لگا کر خودکشی کی ہے۔ پھر اسے اس میز کے نزدیک جو قریب ہی لڑھکی پڑی تھی، ایک تہ کیا ہوا کاغذ نظر آیا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ چندر کا حلیہ اس قدر بگڑ گیا تھا اور اس کی لاش اس قدر بھیانک نظر آ رہی تھی کہ اس کی طرف نظر بھر کر دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ پھانسی کے پھندے کی وجہ سے اس کی زبان حلق تک باہر نکل پڑی تھی اور آنکھیں باہر نکل کر ٹھنس گئی تھیں۔ ہاتھ پیر بالکل ڈھیلے اور لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اس وقت ایک معمولی گھریلو لباس میں تھا۔

کوئی اور ہوتا تو اس ویران عمارت میں اندھیری رات کے اس سناٹے میں اس لاش کو دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، مگر خان کے لیے کوئی نہ نیا اتفاق نہ تھا۔ وہ ایسے کیسز دیکھ چکا تھا۔ اس نے اب اس کاغذ کو کھولا اور کمرے کی روشنی جو ایک مدھم روشنی کے بلب سے نکل رہی تھی اسے پڑھنے لگا۔ یہ چند الفاظ میں چندر کی ہی تحریر تھی جس میں اس نے اپنی خودکشی کا اقرار کیا تھا کہ:

''میں ہوش میں آ چکا ہوں اور جس ذلت کا مجھے سامنا کرنا پڑے گا، اس پر موت کو ترجیح دیتے ہوئے میں خودکشی کر رہا ہوں۔ میری تمام جائداد، میرے قرضخواہوں میں تقسیم کر دی جائے۔ فقط رتن چند''

خط پڑھ کر خان نے ایک بار اس لاش کی طرف دیکھا۔ پھر اچانک اس کا دھیان

لڑھکی ہوئی میز کی طرف چلا گیا۔وہ اگر زیادہ بھاری نہ تھی تو زیادہ ہلکی بھی نظر نہ آتی تھی۔

اس نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سیدھا کرنا چاہا،لیکن اسے اس میں بہت قوت صرف کرنی پڑی۔دوبارہ اس نے میز کو اسی طرح ٹیک دیا،جس طرح وہ آڑی لڑھکی پڑی تھی۔اب وہ اس کمرے کا جائزہ لینے لگا،جس میں دو بند کھڑکیاں اور دو دروازے تھے،جن میں سے ایک دروازہ تو اندر سے ہی بند نظر آیا،مگر دوسرا دروازہ جو اندر سے کھلا ہوا اور باہر سے بند معلوم ہوا۔وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔پھر اس نے اندر سے بند دروازے کی چٹخنی کھول کر اسے جب دھکیلا تو وہ تاریکی میں کھل گیا۔خان نے ٹارچ روشن کر لی اور آگے بڑھنے لگا۔یہ ایک کاریڈور تھا جو آگے جا کر ایک ہال نما حصے میں ختم ہو گیا تھا۔یہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔وہ سیڑھیاں اترتا چلا گیا،لیکن اسے کوئی راستہ نظر ایسا نظر نہ آیا جو اس سمت سے اس کمرے کے باہر سے اس دروازے کی طرف جاتا ہو۔نیچے وہ ویسے ہی ایک ہال میں آ کر کھڑا ہو گیا۔اسے یہاں کسی کی آہٹ تک نہ ملی۔کوٹھی ویران پڑی تھی،البتہ اب تک اس نے اس کے جو حصے دیکھے تھے ان سب میں اسے کسی طرح کی گڑبڑ نظر نہ آئی تھی۔ہر جگہ فرنیچر حسب ضرورت اور قرینے سے رکھا ہوا تھا۔اس ہال کے ایک دروازے سے گزرنے والا جو کمرہ اسے ملا اس کی ایک کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا دیکھ کر اس پر جھپٹا اور پھر کھڑکی کھل گئی۔اب وہ ایک ایسی چھوٹی سی تنگ و تاریک کوٹھری میں کھڑا تھا جہاں ہر طرف ٹوٹا ہوا سامان بھرا تھا۔اسے اس کمرے میں بھی ایک کھڑکی کھلی نظر آئی،جس پر اس کو کوئی طاقت نہ صرف کرنی پڑی،کیونکہ دھکا دیتے ہی وہ کھل گئی۔اور اس میں سے ہو کر وہ جس جگہ کودا،یہ برآمدے کے اختتام پر شروع ہونے والی دیوار کے باہر کی زمین تھی۔اس نے کھڑکی کو بغور دیکھا اور اس کی سمجھ میں آ گیا کہ اس میں ایک ساتھ کام کرنے والی دوہری چٹخنیاں لگی ہوئی ہیں،جو اندر اور باہر دونوں سمتوں سے کھلتی بند ہوتی ہیں۔اس کے باہر آنے کی آہٹ ہوتے ہی ایک سایہ تیزی سے تیر کی طرح دوڑ کر اس طرف آیا اور بے خبر خان پر ٹوٹ پڑا۔خان کیونکہ اس غیر متوقع حملے کے لیے تیار نہ تھا،اس لیے

وہ سنبھل نہ سکا اور وہ سایہ اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ خان نے چاہا تھا کہ ایک ہاتھ سے اچانک اس کی ناک پر گھونسا مار دے، مگر آپ سے آپ اس کا ہاتھ رک گیا۔

''او بیوقوف، یہ میں ہوں۔'' اسے یہ کہتے ہوئے غصے کی بجائے ہنسی آ گئی اور وہ سایہ اچھل کر دور ہٹ گیا۔

''یعنی... یعنی آپ تھے یہ۔'' بالے کے حلق سے گھٹی ہوئی آواز نکلی۔

''اور کیا تم سمجھے تھے شیر مار لیا ہے۔'' خان نے اٹھ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔

''اندھیرے میں میں کیا سمجھتا آخر۔ میں نے سوچا اچانک دبوچ لوں تاکہ شور بھی نہ ہو، گولی بھی نہ چلانی پڑے۔''

''شکر ہے کہ تمہیں پہلے گولی چلانے کا خیال نہ آیا۔''

''لیکن آپ آسمان سے جا کر زمین سے کیسے پھوٹ پڑے۔''

''ہماری کوشش ناکام ہو گئی، بیٹے۔ میرا اندازہ صحیح تھا، لیکن وہ ہم سے پہلے ہی اپنا کام کر گئے۔''

''کیا مطلب؟''

''اندر ایک کمرے میں رتن چند کی لاش چھت سے لٹکی ہوئی ہے۔ بظاہر تمام حالات ایسے ہیں کہ اس نے خودکشی کی ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے تحریر لکھوا کر اسے پھانسی دی گئی ہے۔''

''کمال ہے، یہاں بھی مرڈر کیس نکل آیا۔ ارے خودکشی ہی رہنے دیجیے نا اسے، کون سا نیک نام آدمی تھا۔''

''کیا تمہارا فرض تمہیں یہی سکھاتا ہے؟''

''فرض تو سکھاتا ہے کہ مہینے کے مہینے تنخواہ لو اور عیش اڑاؤ، مگر آپ کی ماتحتی میں اپنے ایسے نصیب کہاں۔''

''بکومت، میرے ساتھ آؤ۔''

''کیا واپسی؟''

''ہاں۔''

''اور اس کی لاش یونہی لٹکتی رہے؟ میرا مطلب ہے کوئی کاروائی نہ ہوگی؟''

''یہاں کی مقامی پولیس صبح خود اس سے نپٹ لے گی۔''

''مگر وہ لوگ تو سیدھے سیدھے اسے خودکشی قرار دے دیں گے؟''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں۔''

''تو میں بھی یہی چاہ رہا تھا۔''

''صرف نیت کا فرق ہے۔''

''یعنی کام جاری رہے گا۔''

''یقیناً۔''

''اللہ رحم کرے اس محکمے کی حالت پر جس کے آپ انچارج ہوں۔''

اور اسی طرح احاطے سے نکل کر اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئے اور خان نے کار اسٹارٹ کر دی۔

''آپ میرے ایک سوال کا جواب دے دیجیے، پھر میں کچھ نہ پوچھوں گا۔'' بالے نے کار میں بیٹھے بیٹھے اس سے کہا۔

''کہو؟'' خان نے اجازت دے دی۔

''آپ کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ رتن چند اور اس کے ساتھی یہیں آئیں گے، یا یہاں کچھ ہونے والا ہے؟'' بالے نے سوال کیا۔

''جب سے رتن چند پاگل خانے گیا تھا، تب سے ایک آدمی کسی ایسی موٹی، مگر بیوقوف قسم کی اسامی کو تلاش کر رہا ہے جو اس کوٹھی کو سرکاری نیلام میں کسی بھی قیمت پر خرید

Akram Allahabadi

لے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ رتن چند کا منیجر ہے، وہی فالکن جس کے لیے شوکت کا ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔" خان نے بتایا۔ "لیکن اس کا یہ نام ہرگز نہیں ہے۔ میرا خیال ہے یہ اس نے تیسرا نام بدلا ہے۔"

"آپ آدمی نہیں جن ہیں۔ سب طرف ہاتھ پھیلے ہوتے ہیں۔"

"میں اپنے دماغ کو کبھی غیر حاضر نہیں رکھتا۔"

"مگر اس کی خبر آپ کو کیسے مل گئی کہ وہ فالکن اس کوشش میں ہے؟"

"سپرنٹنڈنٹ کورڈے نے جب رتن چند کے ماضی کے متعلق تمام حالات مجھے بتائے تھے، اسی وقت ان کے آفس میں یہ آدمی ان سے ملنے آیا تھا اور اس نے خود کو رتن چند کا منیجر بتا کر یہ درخواست کی تھی کہ جب تک رتن چند کے خلاف قرضخواہوں کے دعووں کا کورٹ سے فیصلہ نہ ہو جائے اسے اسی کوٹھی میں رہنے کی اجازت دی جائے تا کہ وہ ان کے کاموں اور جائداد کی نگرانی کر سکے۔ مگر مسٹر کورڈے نے اس سلسلے میں یہ کہہ کر معذوری ظاہر کر دی تھی کہ اس کی اجازت دینا ان کے اختیار میں نہیں ہے، کورٹ رسیور ہی اجازت دے سکتا ہے اور کورٹ رسیور نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں نے اسے فوراً بعد فون کر دیا تھا۔ مجھے اس آدمی پر شک ہو گیا تھا۔ دراصل وہیں سے میں نے اس کیس میں دلچسپی لینی شروع کی، حالانکہ یہ کیس ابھی تک سرکاری طور پر ہماری لسٹ پر نہیں ہے۔"

"تو آپ نے زبردستی پھٹے میں ٹانگ گھسیڑی ہے۔"

"یونہی سمجھ لو۔"

"مگر آپ کو فالکن کے ارادوں کا کیسے پتا چلا؟"

"میں نے اسی دن سے اپنے آدمی اس کے پیچھے لگا دیے تھے اور ان کے ذریعے مجھے یہ خبریں ملیں۔"

Akram Allahabadi

''شوکت کو قربانی کا بکرا کیوں بنایا گیا؟ اگر آپ کو اس عمارت پر کسی قسم کا شبہ تھا تو آپ اس کی تلاشی لے سکتے تھے؟''

''میں نے بتایا نا کہ سرکاری طور پر یہ کیس میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

''تو پھر اب؟''

''کل کے بعد سے یہ کیس میرے ہاتھ میں آجائے گا، کیونکہ آئی جی کے سامنے میں اس پر مرڈر کیس کے شبے کا اظہار کروں گا۔''

''تو فالکن ابھی تک رتن چند کے لیے کام کر رہا ہے؟''

''نہیں، وہ دراصل رتن چند کا منیجر بھی نہیں ہے، لیکن دونوں میں کوئی نہ کوئی گہرا تعلق تھا ضرور۔ اور ان ہی باتوں کا سراغ لگانا ہے۔ مثلاً وہ کیوں کسی قیمت پر اس عمارت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور رتن چند کو پاگل خانے میں مدد پہنچا کر وہاں سے فرار کرانے والے کون لوگ تھے؟ اس عمارت سے ضرور کوئی ایسی بات وابستہ ہوگی جس کے لیے رتن چند کو پاگل خانے سے فرار حاصل کرنا پڑا۔ شاید فالکن کی کوششوں کی خبر اسے یا اس کے ساتھیوں کو پہنچ گئی ہوگی۔''

''تو پھر یہاں اس کی لاش؟''

''یہ اس کے ساتھیوں کی ہی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ وہ کچھ اس سے معلوم کرنا یا حاصل کرنا چاہتے ہونگے اور شدید مایوسی کے علام میں انھوں نے طیش میں آکر قصہ ہی تمام کر دیا ہوگا۔''

''بہرحال وہ مر چکا ہے، اور ہم کو اس کے مارنے والوں کا سراغ لگانا ہے۔''

''کیا رتن چند کا تعلق جرائم سے تھا؟'' بالے نے سوال کیا۔

''حالات تو یہی بتاتے ہیں کہ وہ بہت چالاک قسم کا چیٹ (دھوکے باز) تھا۔''

''لیکن اس نے جو طریقے اختیار کیے تھے ان سے دیوانی کا بھی تعلق ہو سکتا ہے۔''

''ہمارے لیے تو وہ N.C. کیسز ہیں جن میں پولیس ہاتھ نہیں ڈال سکتی اور قانون

بھی اس وقت تک ایسے لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، جب تک کہ عدالت ان کے خلاف ایسا فیصلہ نہ کر دے بالعموم صاحب حیثیت نظر آنے والے لوگوں کے ایسے کیسز کسی مصالحت پر ختم ہوا کرتے ہیں یا پھر ڈگریوں پر۔"

"یعنی وکیلوں کی مغز پاشی کا کام ہے۔"

"بے شک۔"

"بہر حال اس کے پاگل خانے سے فرار ہو جانے اور یہاں اس کی لاش کے پائے جانے سے تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس کا تعلق کسی سنگین جرائم یا گروہ، یا افراد سے بھی تھا۔" بالے نے رائے دی۔

"ہاں، کچھ ایسا ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"ہائے، پھنسی نا نگ پھر چکر میں۔"

"کیوں؟"

"خدا نہ کرے جو آپ کو کسی کیس میں دلچسپی ہو جائے، نہ ہوتا ہو تو آپ کے قدموں کے برکت سے ایک آدھ مرڈر ضرور ہوتا ہے۔"

"بائے صاحب، اگر مجرموں پر ہم اتنی نظر نہ رکھیں تو ایسے نہ جانے کتنے مرڈر ایک دن میں ہو جایا کریں۔"

"آپ کے تیرِ نظر سے گھائل ہو کر رہ جاتے ہوں گے بیچارے۔"

"اوگدھے..." خان کو غصے کی بجائے ہنسی آ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

مرڈر کیس

دوسرے دن صبح ہی اس علاقے کی پولیس اسٹیشن کو کسی نامعلوم شخص نے فون پر خبر کردی کہ اس نے رات کو کسی سائے کو اس کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ پولیس فوراً دوڑ پڑی اور کوٹھی کے داہنی دیوار کی کھلی کھڑکی نے اس شبے کا ثبوت بھی مہیا کر دیا۔ بہر حال پولیس رتن چند کی لاش تک پہنچ گئی اور شام کے اخباروں میں جب اس کی خبر شائع ہوئی تو پولیس کی طرف سے یہی خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ رتن چند نے خلل دماغ کے عالم میں خود کو پھانسی لگا کر خودکشی کر لی ہے۔

رتن چند کی خودکشی کی اطلاع کے ساتھ ہی رتن چند سے متعلق تمام معاملات سرد ہو گئے اور اب کیس رہ گیا تھا تو صرف خان کے ذہن میں۔

شام کو پانچ بجے جب وہ ڈی آئی جی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اور جی ڈویژن کے سپرنٹنڈنٹ کورڈے، اس خودکشی کے کیس کی تفصیلات ڈی آئی جی کو سنا رہے تھے، خان نے اپنے الفاظ سے ڈی آئی جی کو چونکا دیا۔

''مگر جناب، میں ثابت کر سکتا ہوں کہ یہ خودکشی کا کیس نہیں، مرڈر کیس ہے۔'' وہ بولا۔

''کیسے؟'' ڈی آئی جی اور سپرنٹنڈنٹ کورڈے دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کیا آپ کو بھی اس کیس سے دلچسپی رہی ہے؟''

''میں نے خود بھی اس جگہ کا معائنہ کیا ہے اور اسی لیے دعویٰ کر رہا ہوں۔''

''مگر اس کا جواز؟'' کورڈے نے برا مانے بغیر سنجیدگی سے سوال کیا۔

جواب میں خان نے انھیں واقعہ سنا دیا، جس پر ڈی آئی جی تو مسکرا دیا، البتہ

Akram Allahabadi

سپرنٹنڈنٹ کورڈے کا منہ کچھ لٹک گیا۔

''کورڈے صاحب، اطمینان رکھیے، یہ کیس آپ کا ہی ہے، لیکن اس کے ذریعے ان نامعلوم افراد کا سراغ لگانے کے لیے میں چاہتا ہوں کہ اسے سی آئی ڈی کو ٹرانسفر کر دیا جائے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ مجھے شبہ ہے کہ وہ خطرناک لوگ کچھ اور بھی کر گزریں گے۔'' خان نے کہا۔

''اور کیا کر گزریں گے؟'' ڈی آئی جی نے سوال کیا۔

''اس پر میں کل روشنی ڈال سکوں گا، سر دست ان وجوہ پر جو میں نے بیان کی ہیں میں یہی چاہوں گا کہ اسے میرے محکمے کو ٹرانسفر کر دیا جائے۔'' یہ کہہ کر خان نے کورڈے کی طرف دیکھا۔

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، ڈی آئی جی صاحب جو حکم دیں۔'' وہ ڈی آئی جی کی طرف دیکھنے لگا۔ ڈی آئی جی کچھ دیر سوچتے رہے پھر انھوں نے سر اٹھا کر خان کی طرف دیکھا۔

''او کے۔'' وہ بولے۔

''لیکن یہ بات سر دست اسی کمرے تک محدود رہے تو بہتر ہوگا۔'' خان بولا۔

''ہاں ہاں، یونہی سہی۔'' ڈی آئی جی نے سر ہلایا اور سپرنٹنڈنٹ کورڈے بھی کچھ نہ بولا۔ وہ خان کو اپنا دوست سمجھتا تھا اور تھی بھی حقیقت۔ متعدد کیسوں میں خان نے اس کا ساتھ دیا تھا، اس لیے اس کے دل میں خان کے لیے رشک یا رقابت کو کائی جذبہ نہ تھا۔

ڈی آئی جی کے آفس سے باہر آ کر خان نے کورڈے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''آپ نے ہی مجھے اس کیس کی طرف متوجہ کیا تھا۔ میں بہر حال اسے آپ کے لیے ہی حل کروں گا۔''

''میں لومڑی نہیں ہوں کہ شیر کا جھوٹا کھاؤں۔'' سپرنٹنڈنٹ کورڈے ہنس کر یہ کہتا

ہوا آگے بڑھ گیا۔

''تو پھر دونوں ہی ایک شکار پر جھپٹیں گے شاید۔'' خان یہ کہہ کر مسکراتا ہوا کاریڈور میں گھوم گیا۔

اپنے آفس میں پہنچ کر اس نے پہلے ضروری کاغذات پر ایک نظر ڈالی اور پھر فون اٹھا کر رنگ کرنے لگا۔

''یس سر۔'' دوسری طرف سے انسپکٹر راج کی آواز سنائی دی۔

''کیا ہوا اس کا؟'' خان نے پوچھا۔

''ابھی تک کوئی نہیں آیا، دروازے پر قفل پڑا ہے۔''

''او کے۔ آپ رؤف کو وہاں چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔''

''ویری ویل، سر۔'' ادھر سے جواب ملا اور خان نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر اس نے گھنٹی بجائی جس کے ساتھ ہی اردلی آ پہنچا۔

''ڈی سوزا صاحب کو سلام بولو۔''

''اچھا، صاحب۔'' اردلی یہ کہہ کر الٹے قدم لوٹ گیا۔

ڈی سوزا کو آنے میں دو منٹ بھی نہ لگے۔ وہ خان کے سامنے اٹینشن ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

''یس، سر۔''

''پرنٹ نکلے؟''

''یس سر، یہ رہے۔'' اس نے لفافہ خان کے سامنے رکھ دیا۔

''سر، یہ اس خودکشی کے اقرار والے کاغذ پر رتن چند کے علاوہ ایک دو انگوٹھوں کے نشان ہیں، مگر ایک ہی شخص کے۔ اور یہ پرنٹ اس میز پر سے اٹھائے گئے ہیں۔ اسے ضرور سائڈ سے اٹھا کر دھکیلا گیا ہوگا۔'' ڈی سوزا نے بتایا۔

Akram Allahabadi

''کیا آپ نے ان فنگر پرنٹس کو پولیس ریکارڈ میں ٹریس کیا ہے؟''

''جی ہاں، میں دوپہر سے وہی کر رہا تھا، لیکن ہمارے ریکارڈ کے کسی مجرم کے تو نہیں معلوم ہوتے۔'' ڈی سوزا نے بتایا۔

''خیر، احتیاطاً۔ کلکتا اور دہلی پولیس کو بھی ان کی فوٹو کاپیاں بھیج دیجیے، ممکن ہے وہاں سے کچھ سراغ ملے۔ ایسے مجرم ہندوستان کے بڑے شہروں میں ہی ہو سکتے ہیں۔'' اس نے اسے ہدایت کی۔

''او کے سر۔'' ڈی سوزا نے لفافہ واپس اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں، وہ لچھمن والے معاملے کا کیا ہوا؟'' خان نے دونوں کہنیاں میز پر ٹیک کر سوال کیا۔

''میں نے اسے ہر زاویے سے جانچا ہے، لیکن وہ N.C. کیس ہے، سر۔'' ڈی سوزا نے جواب دیا۔

''لچھمن داس کہتا ہے کہ اس نے اسے کارپوریشن کا ایکزیکیٹو انجینئر سمجھ کر ایک لاکھ روپے کیس ڈپازٹ دیے تھے اور کانتی لال کا بیان ہے کہ یہ الزام جھوٹا ہے۔ وہ خود بھی صاحبِ حیثیت ہے۔'' ڈی سوزا نے بتایا۔

''لیکن لچھمن داس اس قدر جھوٹ ضرور بول رہا ہے کہ اس نے ڈپازٹ کی رقم دی تھی، اس نے ضرور اسے ایکزیکیٹو انجینئر سمجھ کر رشوت کے طور پر روپے دیے ہوں گے، ورنہ وہ رسید ضرور طلب کرتا۔'' خان مسکرایا۔

''اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو پولیس اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہے، جب کہ کانتی لال سرے سے لچھمن داس کے بیان کو جھوٹ اور بہتان قرار دیتا ہے اور لچھمن داس کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں۔'' ڈی سوزا نے کہا۔

''کیا ان دونوں کا پہلے سے کسی طرح کا تعلق رہا ہے؟''

Akram Allahabadi

''لچھمن داس کا کہنا ہے کہ اس نے اس دلال کے کہنے پر، جس نے ایکزیکٹیو آفیسر سے ٹھیکہ دلوانے کا وعدہ کیا تھا، پہلی بار ہی کانتی لال کے فلیٹ پر اس سے رات کے وقت ملاقات کی تھی۔''

''اور وہ دلال؟''

''اس کا کوئی پتا نہیں۔ لچھمن داس اس سے کارپوریشن کی عمارت میں ہی پہلی بار ملا تھا۔ اس نے خود کو میونسپل کا ایک کارکن ظاہر کیا تھا۔'' ڈی سوزا نے بتایا۔

''اور لچھمن داس وہاں شاید ٹینڈر بھرنے گیا ہوگا؟'' خان نے پوچھا۔

''جی ہاں، وہ مضافات میں ایک اسپتال کی تعمیر کے ٹینڈر کا مسئلہ تھا۔''

''خیر، آپ خفیہ طور پر اس کانتی لال پر نظر ضرور رکھیے۔ قانوناً تو ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''اور لچھمن داس کے لیے؟''

''اس سے کہہ دیجیے کہ پولیس ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ اور پھر رشوتوں سے کام نکالنے والوں کو ایسی ہی سزا ملنی چاہیے۔''

''او کے سر۔''

''یہ کانتی لال کرتا کیا ہے؟'' اس نے ڈی سوزا کو روک کر سوال کیا۔

''امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس بتاتا ہے اور اس کے پاس واقعی لائسنس بھی موجود ہے۔ اس نے یہی تو کہا تھا کہ اس کاروبار کے سلسلے میں لچھمن داس اس سے اپنی ایک بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے اس پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے۔''

''خدا جانے کون جھوٹا ہے کون سچا۔'' خان نے تذبذب میں پڑ کر کہا۔

''بہرحال ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم ان بیوپاریوں کے آپس کے جھگڑوں میں الجھیں۔ ہوسکتا ہے وہی سچا ہو۔ آپ جانے ہی دیجیے اس معاملے کو۔'' خان نے پچھلی

Akram Allahabadi

ہدایت کی تردید کردی۔

''بہتر ہے۔'' ڈی سوزا نے ادب سے سر ہلایا اور پیچھے ہٹنے لگا۔

''زیادہ توجہ ان فنگر پرنٹس پر دیجیے، ہمیں اس آدمی کو جلد از جلد تلاش کرنا ہوگا، ورنہ ہوسکتا ہے کچھ اور کیسز بھی ہوجائیں۔'' خان نے جاتے جاتے اسے ہدایت کی۔ ڈی سوزا سر ہلا کر باہر نکل گیا اور خان کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ اس وقت ۶ بجنے میں کچھ منٹ باقی تھے۔ اس کا آفس ٹائم ختم ہو چکا تھا۔

وہ اٹھا، کھونٹی سے اپنی پی کیپ نکالی اور چپراسی کو چھت میں لگا ہوا بجلی کا پنکھا بند کرنے کی ہدایت کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

حُسنے زن

شوکت کو شاید اس نامعلوم حسین چوکھٹے کے دیدار کی بیقراری تھی، اس لیے وہ ۸ بجے ہی اپنی کار لے کر نکل پڑا۔ اس وقت وہ بڑے خوشگوار موڈ میں تھا۔ ایک تو کل دو لاکھ روپے کی قربانی بھی ہوتے ہوتے رہ گئی تھی، دوسرے اس کی شخصیت نے لوگوں پر اتنی دھاک بٹھادی تھی کہ لوگ اس سے مرعوب ہو کر اسے دعوتیں دینے لگے تھے۔ گھر پر تو اس نے سویرے ہی سے شمو کو بلا بلا کر پری بیگم کے سامنے ہی کئی بار یہ ہدایتیں دی تھیں کہ آج اس کے رات کے کھانے کا انتظار نہ کیا جائے، وہ ایک شاندار دعوت میں جا رہا ہے، جو اس کے ہی اعزاد میں دی گئی ہے۔ شام ہوتے ہوتے جب اس نے ایک گھنٹہ پہلے ہی سے تیاریاں شروع کیں اور سیاہ ڈنر سوٹ کے ساتھ ساتھ لینوٹر سے اپنی کھوپڑی تک مہکا ڈالی تو نواب صاحب کو بھی ساتھ جانے کا شوق چرانے لگا۔ شوکت نے تمام دنوں کا بدلہ آج ہی ایک جواب میں لے لیا۔

''بن بلائے کہیں جانا تہذیب سے گری ہوئی بات ہے۔'' اس نے نواب صاحب کی بزرگی کو قطع نظر رکھ کر کہا۔

''اے لو۔ میاں، میں تو تمہارے ساتھ جا رہا تھا کہ اکیلے رہو گے۔ لاحول ولاقوۃ۔ میں کوئی دعوتوں کا بھوکا ہوں۔'' نواب صاحب نے چڑ کر کہا۔

''اور میں کوئی دودھ پیتا بچہ ہوں جو آپ کو اتنی فکر ہے۔'' شوکت نے برجستہ جواب دیا۔ اور نواب صاحب لاجواب ہو کر چپ ہو گئے۔

شوکت جب کار میں بیٹھنے لگا تو شمو سے اس کی یہ تیاریاں دیکھ کر نہ رہا گیا۔

''میں ایک بات کہوں؟'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''ہاں، بول۔''

Akram Allahabadi

''میاں، آج تو آپ پورے گلفام دکھائی دے رہے ہیں، کہیں بر دکھائی کو تو نہیں جا رہے ہیں؟''

''چل بے، بھوت عقلمندی مت دکھایا کر۔'' شوکت نے یہ کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی، مگر اس وقت بھی اس کا موڈ کچھ ایسا ہی تھا جیسے کسی ہونے والی سسرال میں جا رہا ہو۔

ٹرنر روڈ مشہور علاقہ ہی تھا، اس لیے وہاں تک پہنچنے میں تو کسی دقت کا سوال ہی نہیں تھا، البتہ نمبر ۲۳ کی عمارت تلاش کرنے میں اسے ضرور کچھ دقت ہوئی۔ یہ ایک سادہ، مگر نئی طرز کی چار منزلہ عمارت تھی، جس کے دروازے پر قیصر لاج لکھا ہوا تھا۔ وہ اپنی کار روک ہی رہا تھا کہ اسے عمارت سے دو آدمی باہر نکلتے نظر آئے۔ ان میں سے ایک وہی فالکن تھا، جو اس کی کار دیکھ کر تیز قدم رکھتا ہوا قریب آ گیا۔

''آپ بالکل ٹھیک وقت پر آئے۔'' اس نے خوش آمدید کہنے والے انداز میں کہا۔

''وقت کے بڑے پابند معلوم ہوتے ہیں۔'' دوسرا بھی خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

''اسی عادت کی وجہ سے تو انگریزوں کے دنیا میں اتنی ترقی کی تھی۔'' فالکن اس کی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہنے لگا۔ وہ شوکت کا استقبال کرتے ہوئے اسے ساتھ لے کر اس عمارت میں داخل ہو گئے۔

لفٹ کے ذریعے جب وہ تیسری منزل پر پہنچے تو یہاں انھیں کچھ فلیٹوں کے دروازے بند نظر آئے، کچھ کے کھلے ہوئے۔ فالکن اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ آخری فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ باہر سے گھنٹی کا بٹن دبانے پر بند دروازہ کھل گیا اور ایک بڑی حسین سی شکل نے مہمان کو خوش آمدید کہا۔ وہ انھیں راستہ دے کر پیچھے ہٹ گئی۔ شوکت اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ واقعی بالے نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ زرہ سے اسکرٹ میں اس کا سفید سفید جسم اور کھلا پڑ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نقوش بڑے دیدہ زیب اور پرکشش تھے۔ عمر کے لحاظ سے وہ ایک ۱۸۔۱۹ سالہ نوخیز دوشیزہ نظر آتی تھی۔ شوکت کے دل کی دھڑکن اسے دیکھ کر تیز ہو گئی۔

اسے اندر ایک آراستہ کمرے میں لے جایا گیا جہاں ایک ادھیڑ عمر کا لمبوترے چہرے والا قد آور آدمی پہلے سے موجود تھا۔شوکت کو دیکھ کر وہ بھی تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا۔

دعوت کے آغاز سے پہلے وہ اسی کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے۔فالکن نے اس لڑکی کا شوکت سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''یہ میری بھتیجی ویرا ڈی کروز ہیں، یہ میرے محترم دوست سرامرناتھ، شہر کے رئیسوں میں سے ایک۔''اس نے لڑکی کے بعد اس لمبوتری شکل والے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔تیسرے آدمی کا تعارف کرانا شاید اس نے ضروری نہیں سمجھا، یا وہ کوئی غیر اہم شخصیت رکھتا ہوگا۔

''اور یہ ہیں میرے نئے دوست شوکت صاحب۔بہت بڑے خاندانی رئیس اور نہ صرف حیثیت کے، بلکہ دل کے بھی۔''اس نے شوکت کے بارے میں ان لوگوں کو بتایا۔

''شکل سے تو کسی شاہی خاندان کے فرد معلوم ہوتے ہیں آپ۔''فالکن کے ساتھی نے اس تعریف میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔اور شوکت کا کلیجہ ہاتھ بھر ہو گیا۔

''آپ جیسی ہستی کا نیاز حاصل کر کے بڑی خوشی ہوئی مجھے۔''سرامرناتھ نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''تھینکیو۔''شوکت ن کسی قدر جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔مگر شوکت کو لڑکی کی طرف ہاتھ بڑھانے کی ضرورت نہ ہوئی۔

''رات انکل آپ کی بہت تعریف کر رہے تھے۔کہتے تھے حاتم طائی کا دل پایا ہے آپ نے۔''لڑکی نے اس کو بانس پر چڑھانے میں باقی کسر پوری کر دی۔

''اجی میں کس قابل ہوں۔یانی کہ میرا مطلب ہے سب آپ لوگوں کا حسنِ ظن ہے۔''

''جو جس قابل ہوتا ہے، وہی سمجھا جاتا ہے۔''لڑکی نے مسکرا کر جواب دیا اور اس

کی اس ادا پر شوکت کا جی چاہا کہ ایک آدھ بار قربان ہو جائے، مگر اول ملاقات میں احتیاطاً وہ صرف شرما کر رہ گیا۔

''اچھا، مجھے چند منٹ کے لیے اجازت دیجیے، تاکہ دعوت کے انتظامات کا جائزہ لے لوں۔'' فالکن نے شوکت سے رخصت طلب کی۔ ایسے موقعوں کے لیے رسمی جملے بھی اسے یاد نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ صرف اچھا کہہ کر رہ گیا اور فالکن مع اپنے ساتھی کے کمرے سے نکل گیا۔ اب صرف ویرا، سرامرناتھ اور شوکت یہاں رہ گئے۔

''مسٹر فالکن آپ کی بڑی تعریف کر رہے تھے، اسی لیے مجھے بھی آپ سے ملنے کا اشتیاق ہو گیا تھا۔'' سرامرناتھ نے اس سے گفتگو چھیڑی۔

''مجھے بھی آپ سے مل کر بھوت خوشی ہوئی ہے۔'' شوکت بھونڈے انداز میں بولا۔

''آپ کا بھی یہاں کوئی بزنس ہے؟'' اس نے بے تکلف ہوتے ہوئے سوال کیا۔

''جی ہاں، میں یونہی کچھ آوا گون کا بزنس کر لیتا ہوں۔''

''آوا گون کا؟''

''یعنی ایکسپورٹ امپورٹ وغیرہ۔''

وہ ابھی بات ہی کر رہے تھے کہ دوسرے کمرے میں شاید فون کی گھنٹی بجی اور ساتھ ہی ایک نوکر نے آ کر سرامرناتھ کو اطلاع دی کہ آپ کا فون آیا ہے۔'' وہ شوکت سے معذرت کر کے اٹھ کر چلے گئے۔

شوکت اب ویرا کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ ایسے مواقع اس کے لیے اجنبیت کے احساس کے ساتھ بڑے گراں گزرا کرتے تھے۔ اس کی عقل گھاس چرنے چلی جاتی تھی۔ اور اس وقت بھی یہی ہوا، جب ویرا نے خود ہی اس سے بڑے دلفریب انداز میں فرمائش کی کہ وہ اس طرح خاموش بیٹھنے کی بجائے کچھ باتیں ہی کرے۔

''آپ لوگ کیا شانتا کروز کے رہنے والے ہیں؟'' اس نے حلق سے تھوک نگلتے

ہوئے اوٹ پٹانگ کی ابتدا کی۔

''نہیں تو، مگر یہ خیال کیوں پیدا ہوا آپ کو؟'' ویرا نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

''یانی وہ جوکروزلگا ہے نا آپ کے نام میں۔'' شوکت نے تشریح کی۔

''اوہ۔'' وہ ہنس پڑی۔ ''واقعی آپ بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔'' اس نے کہا۔

دلچسپ...اور وہ بھی ایک لڑکی کے منہ سے۔اس کے نزدیک ایسی تعریف تھی جس کے مستحق خوش نصیب لوگ ہی ہوا کرتے ہوں گے۔کیونکہ بسا اوقات بالے کی تعریف لڑکیاں ایسے ہی الفاظ سے کیا کرتی تھیں۔وہ اسے اور متاثر کرنے کے لیے اسی جیسے انداز میں ہنس پڑا۔

''آپ کی شادی تو ہو چکی ہوگی؟'' ویرا نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

''ابھی تو نہیں ہوئی۔'' وہ جھینپ کر بولا۔

''ارے واہ، آپ ابھی تک برہمچاری ہیں؟''

''نئیں تو، میں تو مسلمان ہوں، برہمن اچاری نئیں ہوں۔''

''خوب، خوب۔'' وہ پھر ہنسنے لگی۔

شوکت کے حلق میں پھر فل اسٹاپ اٹک گیا۔اس کی کھوپڑی کام ہی نہیں کر رہی تھی کیا بولے، کیا نہ بولے۔البتہ دل کی دھڑکنیں ضرور کہہ رہی تھیں۔''تم بھوت خوبصورت ہو۔ بھوت وہ ہو، یانی کہ ہوشربا دلربا وغیرہ۔'' مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

''آپ کبھی کبھی تو آیا کریں گے نا؟'' ویرا نے سوال کیا۔

دل نے تو چاہا کہ کہہ دے کہ بھلا آپ بلائیں اور میں نئیں آؤں، مگر منہ سے نکلا۔

''جیاں جیاں، کائے کو نئیں۔فرصت ملی تو ضرور آؤں گا۔''

اتنی دیر میں سر امرتھ واپس آ گئے اور نوکر نے بھی آ کر انھیں پاس والے کمرے

میں چلنے کو کہا۔

کھانے کے دوران فالکن، سرامرناتھ سے شوکت کی اور شوکت سے سرامرناتھ کی تعریفیں کرتا رہا۔ مگر شوکت کی نظریں زیادہ تر ویرا کے چہرے کو ہی تک رہی تھیں۔ وہ اسے کہیں اچانک کسی ہوٹل میں کسی سوسائٹی گرل کی طرح ملی ہوتی تو شاید وہ اس سے زیادہ کھل کر باتیں کرتا، بلکہ شاید حماقتوں پر بھی اتر آتا، مگر یہاں اس کی حیثیت ایک معزز مہمان کی تھی، اس لیے اسے اپنے آپ کو بہت سنبھالنا پڑ رہا تھا۔ البتہ ویرا اس دوران میں اس سے کافی بے تکلف ہو گئی تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہو پھر پچھلے روم میں آ بیٹھے۔

''انکل، میرے خیال ہے شوکت صاحب آپ لوگوں کی ضرور مدد کریں گے۔ میں نے انھیں بڑا فراخ دل پایا ہے۔'' وہ فالکن سے مخاطب ہو کر اونچی آواز میں بولی، تاکہ شوکت بھی سن لے۔

''ہاں ہاں، کیوں کیا بات ہے؟'' شوکت نے چونک کر پوچھا۔

''ارے نہیں، بے بی، اتنی سی بات کے لیے شوکت صاحب کو کیوں تکلیف دی جائے۔'' سرامرناتھ نے اظہارِ تکلف کیا۔

''آخر بتایے تو سہی کیا بات ہے؟'' شوکت اصرار کرنے لگا۔

''کچھ نہیں، بس ہمارے سرامرناتھ کا ایک خبط ہے۔ جس طرح آپ نے رئیسانہ مزاج پایا ہے، ویسا ہی مزاج ان کا بھی ہے۔ بس کوئی دھن سما جائے دماغ میں۔'' فالکن شوکت سے مخاطب ہو کر سرامرناتھ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

''ارے بھئی، کیوں بدنام کر رہے ہو مجھے؟'' سرامرناتھ نے پر مذاق لہجے میں کہا۔

''نہیں، آپ کچھ بھی کہیے، میں تو بتاؤں گا شوکت صاحب کو۔ اب یہ کوئی غیر نہیں رہے ہمارے لیے۔'' فالکن نے ضد کی۔

Akram Allahabadi

''ہاں ہاں، انکل، شوکت صاحب سے کیا چھپانا۔'' ویرا نے بھی اس کی تائید کی اور اس حسنِ خلوص نے شوکت کو کسی پالتو بیل کی طرح سرنگوں کر دیا۔

''دراصل سرامرناتھ ایک ضد پر اڑ گئے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ خود سامنے آنا بھی نہیں چاہتے۔'' فالکن کسی قدر دبی زبان سے شوکت کو بتانے لگا۔

''کائے کی ضد؟'' شوکت نے معصومیت سے سوال کیا۔

''ان کے ایک دوست تھے سیٹھ رتن چند، جنہوں نے پاگل ہو کر خودکشی کر لی۔''

''ارے ہاں، میں نے بھی کہیں اخبار میں پڑا تھا۔'' شوکت بیچ میں بولا۔

''جی ہاں، وہی۔ اور اب ان کی کوٹھی کل نیلام ہو رہی ہے۔ سرامرناتھ یہی چاہتے ہیں کہ کسی قیمت پر بھی ان کے مرحوم دوست کی عزت اسے طرح نیلام نہ ہو پائے۔ وہ اسے خود خرید لیں۔''

''تو اس میں کیا حرج ہے؟ خرید سکتے ہیں۔'' شوکت نے مطلب نہ سمجھ کر کہا۔

''مگر وہ خود سامنے آنا نہیں چاہتے۔ بات دراصل یہ ہے کہ زندگی میں ان کی اور رتن چند کی کسی بات پر دشمنی ہو گئی تھی اور اب اگر وہ سامنے آ کر ان کی کوٹھی خریدیں گے تو لوگ یہی کہیں گے کہ مرنے کے بعد بھی رتن چند کی روح کو ایذا دینے کے لیے سرامرناتھ اکڑ دکھا رہے ہیں۔'' فالکن نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ شوکت کے فرشتوں کو بھی یقین کرنا پڑا، کیونکہ اس نے دیکھا کہ سرامرناتھ بھی اس تذکرے پر آنکھوں پر رومال رکھ کر رونے لگے تھے۔

''دیکھیے، پھر آبدیدہ ہو گئے آپ۔'' فالکن شوکت کو چھوڑ کر سرامرناتھ کو سمجھانے لگے۔ ''اگر دوسرے نہیں جانتے تو کم از کم میں تو جانتا ہوں کہ لڑائی جھگڑے کے باوجود آپ کو رتن چند سے کتنی محبت تھی۔ یوں نہ دیجیے، سرامرناتھ، رتن چند کی آتما دکھی ہو گی۔''

''جیاں، سرامرناتھ، ایسے رونے سے کیا فائدہ؟'' شوکت بھی سمجھانے لگا۔ اور سرامرناتھ ان کے سمجھانے پر پرسکون ہو گئے۔

Akram Allahabadi

''شوکت صاحب، آپ چاہیں تو انکل کی یہ فکر دور ہو سکتی ہے۔'' ویرا شوکت سے مخاطب ہو گئی۔

''ہاں ہاں، کائے کو نئیں۔ بتایے نا کیا کرنا ہے؟''

''سرامرناتھ چاہتے ہیں کہ کل نیلام میں آپ ان کی طرف سے زیادہ سے زیادہ اور بڑی سے بڑی بولی بول کر اس کوٹھی کو خرید لیں۔ قیمت تو دراصل سرامرناتھ ہی ادا کریں گے، مگر بظاہر یہی ہوگا کہ کوٹھی شوکت صاحب نے خریدی ہے۔''

''تو اس میں کیا بات ہے؟ میں اپنے نام سے خرید لوں گا۔'' شوکت نے جلدی سے وعدہ کر لیا۔

''تو لیجیے، یہ بلینک چیک رکھیے اپنے پاس، آپ جس قدر رقم میں کوٹھی خریدیں، اتنی رقم اس میں بھر کر بینک سے نکلوا لیجیے گا۔'' سرامرناتھ نے جلدی سے جیب سے چیک بک نکال کر ایک سادہ چیک پھاڑ دیا، جس پر صرف ان کے دستخط تھے۔ تاریخ، روپیہ نکالنے والے کا نام اور رقم نہیں لکھی تھی۔

''نئیں نئیں، اس کی کیا ضرورت ہے، میں بعد میں لے لوں گا۔'' شوکت تکلف کرنے لگا۔

''نئیں، صاحب، لین دین کا معاملہ صاف ہونا چاہیے۔ اور کیا پتا کوٹھی کی خوبصورتی دیکھ کر آپ کی نیت ہی بدل جائے۔'' سرامرناتھ نے پر مذاق لہجے میں کہا، مگر یہ جملہ شوکت کو برا لگ گیا۔

''جناب، میں خود ایسی درجن بھر کوٹھیاں بنوا سکتا ہوں۔'' وہ اپنی اکڑ پر اتر آیا۔

''سرامرناتھ تو مذاق کر رہے ہیں، آپ کی برا مان گئے؟'' فالکن جلدی سے بول اٹھا۔

''ہاں تو، شوکت صاحب، انکل کی تو عادت ہی ہے ایسے مذاق کی۔'' ویرا نے بھی

وکالت کی۔

''معاف کیجیے گا،شوکت صاحب۔میرا مطلب آپ کو ناراض کرنا نہیں تھا۔''سر امرناتھ بھی معذرت طلب لہجے میں بولے۔

''میں ناراض ماراض نہیں ہوں،وہ تو میں نے یونہی کہہ دیا۔''شوکت یہ کہہ کر ہنس پڑا۔

''تو پھر رکھ لیجیے یہ چیک۔''سر امرناتھ نے یہ کہہ کر وہ چیک زبردستی شوکت کی جیب میں ٹھونس دیا۔

''میں یہ کام مسٹر فالکن سے بھی لے سکتا تھا،مگر یہ اگر ایسا کریں گے تو انکم ٹیکس والے ان کی حیثیت پر شبہ کرنے لگیں گے۔''سر امرناتھ نے شوکت کے سامنے رفع شکوک کے لیے ایک اور وضاحت پیش کی۔

''بھلا آپ لوگوں کے سامنے میں کس شمار میں ہوں،کہاں پہاڑ کہاں چوہا۔''فالکن نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر انکساری سے کہا اور شوکت اس شاندار تشبیہ کے لیے دل ہی دل میں خوش ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

''یہ لیجیے،یہ رہا ایڈریس۔لیکن اس سے پہلے ایک وعدہ کیجیے۔''سر امرناتھ اس کی طرف ایک کاغذ کا پرزہ بڑھاتے ہوئے بولے۔

''کیا؟''شوکت نے پوچھا۔

''یہی کہ آپ کسی سے بھی اس کا ذکر نہیں کریں گے کہ کوٹھی دراصل آپ نے نہیں، بلکہ میں نے خریدی ہے۔''سر امرناتھ نے کہا۔

''نہیں ذکر کروں گا۔''شوکت نے وعدہ کیا۔

''نہیں،آپ بھول بھی سکتے ہیں،میری قسم کھایئے۔''ویرا نے اسے تہ تیغ کر دینے والی پر اثر نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

''مم...مگر...یانی...اچھا، آپ کی قسم، بس۔''شوکت نے بوکھلا کر کہا۔اس قسم کے کھانے میں اسے ایک عجیب سی لذت محسوس ہوئی۔ویرا کے قریب کی، اپنے پن کی، جیسے واقعی وہ اس کی کچھ لگنے لگی ہو۔

''تو پھر طے رہا۔''سر امرناتھ نے اٹھتے ہوئے کہا۔شوکت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔پھر فالکن کو کھڑے ہوئے دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

''مجھے آپ لوگ اب اجازت دیں، مجھے کچھ ضروری کام بھی کرنے ہیں۔'' وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولے اور پھر ان سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔

کچھ دیر بعد جب شوکت بھی وہاں سے اپنی کار میں لوٹ رہا تھا تو اس پر ایک بوتل شراب کا نشہ طاری تھا، کیونکہ تنہا اس کی کار تک اسے چھوڑنے آنے کے بعد ویرا نے دمِ رخصت کئی سیکنڈ تک آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ اس انداز سے اسے دیکھا تھا کہ اس کا دل وہیں 'عہدِ محوبت' ہو جانے کو چاہنے لگا تھا۔پھر جب اس سے برداشت نہ ہو سکا اور اس نے کار کی کھڑکی کے شیشے پر رکھا ہوا ویرا کا گورا گورا ہاتھ جھک کر چوم لیا تو وہ خفا بھی نہیں ہوئی، بلکہ اسی ہاتھ سے اس کے گال پر تھپکی دیتی ہوئی، ''بائی بائی''، کرتی ہوئی چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دستِ شفقت

دوسرے دن صبح ۱۰ بجے ہی رتن چند کی کوٹھی جب نیلام ہونے لگی تو شوکت نے خریداروں کے مقابلے میں اس کی سب سے زیادہ بولی بول کر دو لاکھ میں اسے خرید لیا۔

دراصل جب آخری بولی ایک لاکھ ۲۰ ہزار سے ایک دم دو لاکھ کی شوکت نے بولی تو لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے تھے، کیونکہ کوٹھی کی اصل قیمت کسی طرح لاکھ سوا لاکھ سے زیادہ نہ تھی ۔ نیلام بہر حال اس کے حق میں ختم ہوگیا، لیکن اسے مجمع میں کہیں نہ تو فالکن نظر آیا نہ سرامرناتھ۔

شوکت رقم کی ادائے گی کے بعد باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ اسے ویرا نظر آئی ۔وہ بڑے پر جوش اور پر مسرت انداز میں تیز تیز چلتی اس کی طرف آرہی تھی ۔

''میں بہت دیر میں پہنچی ۔''اس نے شوکت کے قریب آکر کہا۔

غیر ارادی طور پر شوکت نے کار کا دروازہ کھول دیا اور ویرا اچھل کر اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

'' کہیے کتنے ہزار میں خریدی کوٹھی ؟'' ویرا نے پوچھا۔

''ہزار میں...؟ارے پورے دو لاکھ لگے ۔''شوکت نے جواب دیا۔کار اسٹارٹ کر کے وہ اسے مین روڈ پر دوڑا رہا تھا ۔

دو لاکھ میں...؟''ویرا نے چونک کر کہا۔''خیر، تب بھی کچھ مہنگی نہیں ۔''

''میری رائے میں تو لاکھ سوا لاکھ سے زیادہ کی حیثیت نہیں تھی اس کی، مگر سرامرناتھ کی وجہ سے میں نے اس کی بولی بڑھا کر بول دی تا کہ کوئی اور نہ لے سکے ۔''

''اگر دو پانچ ہزار کی بھی ہوتی تب بھی دو لاکھ میں مہنگی نہ تھی ۔''ویرا نے کہا۔

Akram Allahabadi

''کیوں؟''شوکت نے چونک کر کہا۔

''یہ ایک راز کی بات ہے۔''

''کیا اس میں کوئی راز بھی ہے؟''

''ہاں۔اور وہ راز مجھے آپ کے جانے کے بعد رات کو ہی معلوم ہوا ہے۔''

''تو مجھے بھی بتایئے نا۔''

''یہاں نہیں،اور آپ اب اس فلیٹ پر بھی نہ جایئے گا۔''

''تو پھر کہاں چلوں؟''

''میرے ساتھ۔''

''چلیے۔''

چنانچہ ویرا اسے راستہ بتانے لگی اور شوکت اس کے اشاروں پر کار ڈرائیو کرتا رہا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ معاملہ اتنا گہرا ہے،ورنہ میں رات کو ہی آپ کو بتا دیتی۔''

''آخر ماملہ ہے کیا؟''شوکت کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔

''آپ اتنا بھی نہ سوچ سکے کہ سرامرناتھ اس کوٹھی کی بڑی سے بڑی قیمت دینے کو کیوں تیار تھا؟''

''آں...؟''شوکت چونکا۔''مگر کائے کو تیار تھا وہ؟''وہ اس سے پوچھنے لگا۔

''اوہ دیکھیے،کوئی شاید ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔''وہ پیچھے کی طرف ایک نظر دیکھتے ہوئے بولی۔شوکت نے بھی آئینے میں دیکھا،واقعی کوئی کار فاصلے سے ان کا پیچھا کر رہی تھی۔

''یہ کائے کو ہمارا پیچھا کر رہا ہے؟''شوکت بڑبڑایا۔

''ضرور یا تو اس کار میں سرامرناتھ ہوگا یا اس کا کوئی آدمی۔ہمیں اسے ڈاج دینا چاہیے،ورنہ کام بگڑ جائے گا سب۔''وہ سرگوشی کے لہجے میں کہنے لگی۔حالانکہ کار میں کوئی تیسرا فرد نہ تھا جس کے سن لینے کا اسے ڈر ہوتا۔

Akram Allahabadi

''اچھا۔''شوکت نے یہ کہہ کر آئینے میں پچھلی کار دیکھی اور ایک موڑ کے نزدیک پہنچ کر جلدی سے گاڑی ایک پتلی سڑک پر گھما دی۔ پھر آگے جا کر وہ ایک دوسری گلی میں گھوم گیا۔ مگر اس کے موڑ پر پہنچ کر اس نے دیکھا وہ کار اب بھی پیچھے آ رہی تھی۔

''لو سالا پیچھے ای پڑ گیا ہاتھ دھو کے۔''وہ بڑبڑاتا ہوا گاڑی اور تیز بھگانے لگا۔

''ٹھہریے۔''ایک جگہ ویرا نے اسے روکا۔ اسی سڑک کے داہنے سمت ایک اور چھوٹی سی سڑک نظر آ رہی تھی جو ریلوے کراسنگ کے اس پار گئی ہوئی تھی۔''ادھر موڑ لیجیے، ابھی پھاٹک کھلا ہے۔''

اور شوکت نے دماغ کو سوچنے کی مہلت دیے بغیر گاڑی اسی طرف موڑ دی۔ وہ وین اسی وقت کراسنگ پر پہنچے جب دروازہ بند ہونے ہی والا تھا۔ گیٹ مین نے اس کی کار کو گزر جانے دیا اور پھر دروازہ لگا دیا، کیونکہ ٹرین آ پہنچی تھی۔ پیچھے آنے والی کار وہیں رکی رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

تقریباً نصف گھنٹے بعد شوکت ویرا کے ساتھ مضافات کے ایک ساحلی علاقے کے ایک اوسط درجے کے مکان میں بیٹھا ہوا تھا، جو ایسبیسٹس کی شیٹوں سے بنایا گیا تھا۔ سامنے سمندر موجیں مار رہا تھا اور آسمان پر ہلکا ابر چھا رہا تھا، جس سے ہوا سرد اور خوشگوار ہو گئی تھی۔ جوان جذبات کو مشتعل کرنے کے لیے اس سے بہتر ماحول اور کیا ہوتا۔ چنانچہ ویرا کے قرب سے شوکت کے جذبات بھی بے قابو ہونے لگے۔ وہ ایک چھوٹی سی میز کے آمنے سامنے اس طرح بیٹھے تھے کہ ان کے سر آپس میں ٹکرا رہے تھے اور ہر بار شوکت کے جسم میں ایک برقی روسی دوڑ جاتی۔ ویرا نے بتایا تھا کہ یہ اس کی ایک سہیلی کا مکان ہے اور وہ سہیلی وہی تھی جس نے ابھی ان کے لیے میز پر چائے لا کر رکھی تھی۔

''ہاں اب بتایے، کیا راز تھا وہ؟''شوکت قصداً اس کی طرف جھک کر پوچھنے لگا اور

وہ بھی کچھ آگے جھک گئی۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے درمیان بمشکل ایک بالشت بھر کا فاصلہ رہ گیا۔

''پہلے آپ وعدہ کیجیے کہ آپ پیچھے نہ ہٹیں گے۔''

''لاحول ولاقوۃ۔کوئی میں ہیجڑا ہوں؟''شوکت نے اپنی زبان میں بہادری کا اظہار کیا۔

''تو سنیے، دراصل اس کوٹھی میں کسی جگہ رتن چند کے ۲۰ لاکھ روپے دفن ہیں، جس کا علم صرف سرامرناتھ کو ہے اور اس نے انکل کو بھی ساتھ ملا لیا ہے۔''اس نے رازدارانہ لہجے میں بتانا شروع کیا۔

''۲۰ لاکھ؟''شوکت چونکا۔کچھ بھی سہی، مگر یہ اتنی حقیر رقم بھی نہ تھی جس پر وہ دلچسپی کا اظہار نہ کرتا۔

''جی ہاں۔رات آپ کے جانے کے بعد انھوں نے مجھے بھی میری خواب گاہ میں بھیج دیا اور خود باتیں کرنے لگے۔ مجھے اس پر شک ہوا تو میں دبے پاؤں آ کر ان کے کمرے کے دروازے سے کان لگا کر کھڑی ہو گئی۔سرامرناتھ انکل سے کہہ رہے تھے کہ اگر شوکت بینک سے ہمارا چیک کیش کرانے میں دیر کرے تو تم خود صبح نقد رقم لے کر چلے جاؤ اور کوٹھی کے کاغذات اور قبضہ اس سے لے لو۔''وہ بتانے لگی۔

''اچھا۔''شوکت نے گرگٹ کی طرح سر ہلایا۔

''اس پر انکل فالکن نے ان سے پوچھا کہ کیا انھیں پورا یقین ہے کہ وہ ۲۰ لاکھ اسی کوٹھی میں موجود ہیں۔تو سرامرناتھ کہنے لگے، یہی کیا، مجھے تو یہاں تک معلوم ہے کہ اس کوٹھی کے ایک خفیہ تہ خانے میں کس جگہ رکھے ہوئے ہیں۔چنانچہ انکل نے ارادہ کر لیا کہ وہ صبح بینک کھلتے ہی دو لاکھ روپے نکلوا کر آپ کو لے جا کر دے دیں گے اور کوٹھی کے تمام کاغذات اور قبضہ لے لیں گے۔''ویرا نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں بتایا۔

Akram Allahabadi

''بیوقوف سمجھتے ہیں سالے مجھے۔''شوکت بڑبڑایا۔

''انکل فالکن اس وقت بھی وہ رقم لیے آپ کو ڈھونڈ رہے ہوں گے۔'' وہ کہنے لگی۔

''میں وہ کوٹھی انھیں دوں گا ہی نہیں۔''

''نہیں، ڈیئر۔'' وہ بڑے پیار سے مخاطب ہوئی۔''وہ تمھیں لالچ دیں گے کہ دو کے چار لاکھ لے لو، آٹھ لاکھ لے لو، اور تم مان گئے تو؟''

''لعنت بھیجو، کوئی میں پھکڑ ہوں۔ میں خود چار آٹھ لاکھ روپے دے سکتا ہوں۔'' شوکت نے اس کی بات کاٹ دی۔''اور زیادہ گڑبڑ کی تو سالوں کو مزا چکھا دوں گا۔''

''نہیں نہیں، ایسا نہ کہیے۔آپ نہیں جانتے سرامرناتھ کیسا آدمی ہے۔یہاں کے بڑے بڑے سرکاری افسر اور پولیس والے تک اس سے ڈرتے ہیں۔اس کا بہت اثر ہے۔'' اس نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

''میں بھی کم نہیں ہوں۔کہو تو ابھی ٹیلی فون کر کے سی آئی ڈی کے سب سے بڑے افسر کو یہیں بلوا دوں۔''شوکت بھی اکڑ گیا۔

''اوہ، آپ سمجھتے کیوں نہیں۔میں کہتی ہوں پولیس یا سرکاری آدمیوں کو اگر اس بیس لاکھ کی ذرا سی بھنک بھی پہنچ گئی تو وہ سب کے سب گورنمنٹ کے قبضے میں چلے جائیں گے اور آپ کے دو لاکھ بھی فضول برباد ہوں گے۔'' وہ سمجھانے لگی۔

''برباد ہوں گے تو خدا کے ہے۔اللہ اور دے گا۔''

''نہیں، ڈیئر، ان بیس لاکھ روپوں سے تو ہم کتنی شاندار زندگی گزار سکتے ہیں۔کم از کم میری خاطر، اپنی ہونے والی شریکِ زندگی کی خاطر ہی ایسا نہ کیجیے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے شوکت کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس زور سے دبائے کہ شوکت کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔اسے جھرجھریاں سی آنے لگیں۔بھلا اس التجا کو وہ کیسے ٹال سکتا۔'ہونے والی شریکِ حیات' کے الفاظ میں اور اس صورت میں جب کہ وہ اتنے

خوبصورت چہرے کے گلابی ہونٹوں سے نکلے ہوں، ایک ایسا جادو تھا جو اگر شوکت کو بکرا بھی بنا دیتا تو وہ خوشی سے بن جاتا۔ وہ اس کے ہاتھوں کو چومنے لگا۔

''اچھا تو میں کیا کروں پھر؟'' اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میری مانیے تو کسی طرح انھیں منافع کا کچھ حصہ دے لے کر ان سے سمجھوتہ ہی کر لیجیے۔'' اس نے بتایا۔

''منافع کا؟'' شوکت سوچنے لگا۔ ''اوہ، یانی اس ۲۰ لاکھ میں سے؟''

''ہاں۔ آپ ان سے اس طرح ملیے جیسے آپ کو کچھ معلوم نہیں۔ بس اسی بات پر اڑے رہیے گا کہ میں کوٹھی کسی صورت میں نہیں دوں گا، چاہے اس کے عوض دو چار لاکھ کا اور نقصان اٹھانا پڑے، یہ میری آن کا سوال ہے۔''

''اور نہیں تو کیا۔ میں ان کے باپ کو بھی نہیں دوں گا، چاہے کچھ بھی گھاٹا ہو جائے۔ وہ کوٹھی میں تمہارے نام لکھ دوں گا، شادی کے بعد۔'' شوکت آپ سے بے تکلفی میں تم پر آ گیا۔

''مگر خدا کے لیے ان کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیے گا جس سے انھیں مجھ پر شک ہو جائے، ورنہ پھر وہ ہمارے راستے کی دیوار بن جائیں گے۔ شاید مجھے مار بھی ڈالیں۔''

''نہیں نہیں، میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں کوئی۔ تم اطمینان رکھو۔'' شوکت نے اسے دلاسا دیا۔

''اور دیکھیے، ٹرنر روڈ کی اس عمارت والے فلیٹ پر کبھی نہ جایئے گا، ورنہ ہو سکتا ہے وہ کوئی چال چل بیٹھیں۔ آپ بے فکری سے گھومتے رہیے، وہ بیس لاکھ کے لالچ میں دیوانے ہو رہے ہیں، اس لیے خود آپ سے ملنے کی کوشش کریں گے۔'' ویرا نے بتایا۔

''یہ بھی ٹھیک ہے۔ غرض ہو گی تو سالے سو بار آئیں گے۔'' شوکت اثبات میں سر ہلا کر بولا۔

Akram Allahabadi

اس کے بعد ویرا اٹھ کھڑی ہوئی اور شوکت بھی ۔مگر اسی وقت کھڑے کھڑے ویرا کو شاید جھونکا سا لگا اور وہ لڑکھڑا کر گرنے لگی ،شوکت نے اسے فوراً اپنے بازوؤں میں سنبھال لیا۔ اور وہ کچھ اس انداز سے چمٹی کہ شوکت کی ساری جھجک کافور ہوگئی۔ وہ اب اس کے سینے سے لگی تھی اور شوکت سوچ رہا تھا کہ ایسی موجت کرنے والی میبو بہ کے لیے تو وہ دس لاکھ بھی قربان کرسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

چھلاوے

''کیا ہوا؟''

''وہ لوگ ٹھیک وقت پر وہاں شوکت کا انتظار کرتے ہوئے ملے تھے، لیکن اس سے ایک گھنٹہ قبل تک اس فلیٹ میں کوئی نہ تھا۔''

''اور نہ شوکت کے جانے کے بعد وہاں کوئی رہ گیا ہوگا؟''

''جی ہاں۔ پڑوسیوں نے ان اجنبیوں پر اعتراض کیوں نہیں کیا؟''

''صرف ایک پڑوسی نے پوچھا تھا، جس پر اسے یہ بتایا گیا کہ 'ہم لوگ برج پال یعنی فلیٹ والے کے رشتے دار ہیں۔ پونہ سے بمبئی آئے تو اس نے اپنے گھر سے کچھ سامان لینے آنے کی فرمائش کردی اور اسی کے لیے ہم یہاں آئے ہیں'۔ پھر کوئی پڑوسی ان سے اس لیے نہیں بولا کہ شکل سے وہ لوگ صاحب حیثیت اور شریف آدمی معلوم ہوتے تھے اور خاص طور پر اس صورت میں کہ ان کے ساتھ ایک شاندار لڑکی تھی۔'' بالے نے بتایا۔

''وہی جو اس فالکن کے ساتھ دیکھی گئی تھی؟''

''جی ہاں، بڑی خوبصورت ہے۔''

''میں اس کے حسن و جمال کی تعریف نہیں پوچھ رہا ہوں آپ سے۔''

''کسی دکان کے شوروم میں لگی ہوئی اچھی چیز کی بھی تعریف کی جاتی ہے۔''

''بکو مت، کام کی باتیں کرو صرف۔''

ہائے، آپ بھی اسے دیکھ لیں تو کسی کام کے نہ رہ جائیں۔''

''بالے...، میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔''

''لیلیٰ کا باپ بھی قیس سے یہی کرتا تھا۔''

Akram Allahabadi

''سو ر۔'' خان اٹھنے لگا، مگر بالے فوراً ہی اٹینشن ہوگیا اور خان کو بجائے طیش کے ہنسی آ گئی۔

''شوکت کا کیا ہوا؟''

''وہ شہیدِ موجت ہوگئے۔ میں بھائی حرام مونچھ سے ان کی یاد میں ایک عدد مرثیہ لکھوا دوں گا۔''

''میں نے کہا نا کہ میں اس وقت بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''مگر میں شدت سے بور ہو چکا ہوں۔ کم از کم آپ نے شوکت کی جگہ مجھے ہی بھجوا دیا ہوتا وہاں۔''

''کیا اس بلڈنگ والوں نے پہلے بھی ان لوگوں کو کبھی وہاں دیکھا تھا۔''

''قطعی نہیں، وہ ان کے لیے بالکل نئے چوکھٹے تھے۔''

''بڑے شاطر ہیں کمبخت۔ خالی فلیٹوں کو اپنے باپ کے گھر کی طرح استعمال کرتے پھرتے ہیں۔'' خان بڑبڑایا۔

''اس میں شک نہیں کہ بڑے شاندار قسم کے عیاروں سے پالا پڑ رہا ہے، مگر اس فلیٹ میں ان کے غیر قانونی داخلے پر انھیں گرفتار تو کر سکتے تھے؟'' بالے نے پوچھا۔

''اول تو اسے سارا پروگرام بگڑ جاتا اور ہم اس کوٹھی سے متعلق ان کی دلچسپی کا سبب جاننے کی جو کوشش کر رہے تھے وہ خاک میں مل جاتی۔ دوسرے ہوسکتا ہے انھوں نے اس کا بھی کوئی جواز تلاش کر رکھا ہو۔ وہ کوئی قانونی پہلو نامکمل نہیں چھوڑتے اور اگر رتن چند کے قاتلوں سے اس کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کرنے اور خودکشی کے مضمون والے کاغذ اور میز پر انگلیوں کے نشانات چھوڑنے کی حماقتیں نہ سرزد ہوگئی ہوتیں تو ہم قیامت تک اس کو غیر قانونی جرائم کی فہرست میں نہ لا سکتے۔''

''ان کی جرأت کی داد دینی چاہیے۔'' بالے نے تعریف کی۔

Akram Allahabadi

''ان کی پشت پر ضرور کوئی خطرناک دماغ کام کر رہا ہے۔''

''دماغ کام نہ کرے تو آدمی چوں چوں کا مربہ ہو کر رہ جائے۔''

''خیر ہتو پھر اس کوٹھی کا کیا ہوا؟''

''بھائی شوکت اس جنسِ لطیف کی بھینٹ چڑھ گئے۔''

''نو بکواس۔''

''دو لاکھ کی بولی بول کر شوکت نے اسے خرید لیا۔ پھر جب وہ باہر نکلا تو وہ لڑکی آ پہنچی اور اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گئی۔ میں نے ایک پرائیوٹ ٹیکسی میں اس کا پیچھا کیا، کیونکہ شوکت نہ جانے کس طرف اسے لے جا رہا تھا۔ بہر حال گول دیو کے کراسنگ پر ٹرین بیچ میں آ گئی اور اس بار شوکت کی کار نظروں سے غائب ہو گئی۔ وہ گدھا میری کار کو نہ جانے کیا سمجھ رہا تھا۔''

''تو کیا وہ فرار کی کوشش تھی؟''

''مجھے شک ہے کہ اس لڑکی نے ہی اسے ڈرایا ہو گا کہ کوئی پیچھا کر رہا ہے، اس لیے کار لے کر بھاگا۔''

''تم میری کار کیوں نہیں لے گئے، وہ پہچان لیتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔''

''آپ کی کار کوز کام کی شکایت ہو گئی ہے، گیرج میں ڈلوا کر آیا تھا۔''

''خیر، تم جلد از جلد شوکت سے مل کر تفصیلات معلوم کرو۔''

''اب خدا جانے جہنم میں ملے گا یا جنت میں، ایک ست کافر جو ساتھ ہے۔''

''وہ ضرور واپس آئے گا، تم اس کے گھر پر ہی خبر لو۔''

''اچھا کیا آپ کو بھی یقین ہے کہ اس عمارت سے ایسا کوئی راز وابستہ ہے جس کے لیے وہ اس کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں؟''

''یقین نہ سہی، شبہ ضرور ہے۔ ارے ہاں، ان فنگر پرنٹس کا کچھ پتا چلا؟'' خان نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''آپ بھول جاتے ہیں کہ وہ کام آپ نے ڈی سوزا صاحب کے سپرد کیا تھا۔'' بالے نے یاد دلایا۔

''ہاں، اچھا جاؤ۔''

''لیکن فالکن اور وہ اس کا لمبوترے چہرے والا ساتھی تو آپ کی نظر میں ہوں گے؟'' بالے نے چلتے چلتے پوچھا۔

''رؤف ان کے پیچھے لگا ہے۔'' خان نے جواب دیا۔

''تب پھر ہاتھ پاؤں دھو رکھیے۔ وہ من کہ عبدالرؤف تھم کا مقطع عرض فرماتے جائیں گے اور ان دونوں کا پتا بھی نہ چلے گا کہیں۔'' بالے نے کہا۔

''وہ جہاں بھی جائیں، ابھی شوکت سے ملیں گے ضرور، اس لیے تم شوکت پر نظر رکھنا۔'' خان نے اسے ہدایت کی۔ ''اور یہ نہ بھولنا کہ تمہیں ایک پنتھ دو کان والا طریقِ کار اختیار کرنا ہے۔''

''یعنی اب پنتھ جی کے دو کاج بھی بنانے پڑیں گے؟'' بالے مار کھانے کے موڈ میں پھر کہنے لگا۔

''اف، بعض اوقات تم دردِ سر بن جاتے ہو۔'' خان جھنجلا گیا۔

''اسپرو کی دو ٹکیاں کھا کے غرارے کر لیجیے، اللہ شفا دے گا۔''

''سور۔'' خان ایک ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر اپنی ہنسی روکتا ہوا اس کے پیچھے جھپٹا، مگر اتنی دیر میں وہ چھلاوے کی طرح باہر پہنچ چکا تھا، جہاں غلام رسول ٹرے میں چائے لیے اندر آ رہا تھا۔

''ابے اندر مت جا، صاحب کو دورہ پڑا ہے، بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔'' مگر غلام رسول نے اس کے جملے کا اثر لینے کی بجائے دانت نکال دیے۔

''ضرور آپ کی شامت آئی ہوگی۔'' وہ ٹرے سنبھالتے ہوئے بولا۔

''شامت کے بچے۔'' بالے نے اس پر جھپٹنا چاہا، مگر خان کی شکل دیکھ کر خود ہی

جلدی سے برآمدے سے نیچے کود گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بزنس

شوکت کو اس وقت گھر سے چلتے وقت کے شمو کے الفاظ یاد آ رہے تھے، 'میاں، آج تو آپ پورے گلفام دکھائی دے رہے ہیں'۔

شمو نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ضرور کوئی ایسی ہی بات تھی، جب ہی تو ویرا جیسی حسین لڑکی اس پر اس طرح مرمٹی تھی۔ کار چلاتے چلاتے ہی شوکت کو عالمِ تصور میں بڑے بڑے فلمی ہیرو اپنے سامنے پانی بھرتے نظر آنے لگے۔ دلیپ کمار کے ہاتھ میں بالٹی تھی اور کشور کمار کی کمر پر مٹکا تھا اور دیو آنند سر پر گگری رکھے گزر رہا تھا۔ پھر اشوک بھی نظر آیا جو بوڑھا ہونے کے باوجود پیٹھ پر پانی کی مشک لادے تھا۔ شوکت نے نشے میں ڈوبی نظروں سے ویرا کی طرف دیکھا، مگر وہ ان میں کسی پانی بھرتے ہیرو کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی، اس کی نگاہیں تو شوکت کی گینڈے نما سراپا پر قربان ہو رہی تھیں۔ وہ ویرا کو ایسی نظروں سے دیکھ کر مسکرایا، جیسے سکندر راجا پورس سے پوچھ رہا ہو، 'کہو جانِ من، اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟'۔

ویرا مسکرا دی۔

لیکن ابھی ان کی کار شہر کے علاقے میں داخل ہو ہی رہی تھی کہ سامنے سے آتی ہوئی ایک کار نے سڑک پر آڑی ہو کر ان کا راستہ روک لیا۔ شوکت کو بریک لگانا پڑا۔ اس کار والے کو ایک موٹی سی گالی دینے ہی والا تھا کہ اس کی نظر کار سے اترتے ہوئے سرامر ناتھ پر پڑ گئی۔ اس نے زبان کو بھی بریک لگا دیا۔ سرامر ناتھ سنجیدہ موڈ میں اس کے نزدیک آ گئے۔

''کمال ہے، ہم کب سے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کہاں چلے گئے تھے؟ ہم نے بینک سے بھی معلوم کیا تو پتا چلا کہ ابھی تک آپ نے چیک بھی کیش نہیں کرایا۔'' سرامر ناتھ نے آتے ہی پوچھا۔

Akram Allahabadi

مگر اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دے، سرامرناتھ کی نظر ویرا پر پڑ گئی۔ وہ اترنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''ارے تم۔ ویرا، تم کہاں غائب تھیں؟'' وہ کسی قدر سخت لہجے میں بولے۔

فالکن جو ابھی تک اس کار میں بیٹھا تھا، ویرا کا نام سن کر اتر کر آ گیا۔ ویرا پر نظر پڑتے ہی وہ اسے غصے کی نظروں سے گھورنے لگا۔

''تم گھر سے کیوں چلی آئی تھیں؟'' اس نے بگڑتے ہوئے موڈ سے پوچھا۔

''انکل، میں تو یونہی تفریح کرنے نکلی تھی، راستے میں شوکت صاحب مل گئے، کہنے لگے آؤ میں اپنی کار میں سیر کرا دوں۔'' ویرا نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا اور شوکت کی طرف تصدیق طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ شوکت جلدی سے بول پڑا۔

''جیاں جیاں، یہ مجھے سڑک پے پڑی ملی تھیں... ارے نئیں... یانی کھڑی مل گئی تھیں، میں نے ای پیچ کش... ہونہہ...'' وہ بوکھلاہٹ میں سر جھکا کر بولا۔ ''پیش کش کی تھی کہ آیے سیر کرا دوں۔''

''اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے، مسٹر فالکن۔ شوکت صاحب ہمارے لیے اجنبی تو نہیں ہیں۔'' سرامرناتھ نے فالکن کو ہی سمجھایا اور وہ کچھ نرم پڑ گیا۔

''نہیں، میرا یہ مطلب نہیں۔ مگر مجھ سے پوچھ کر تو گھر سے نکلنا چاہیے اور پھر میں لڑکیوں کی زیادہ آزادی پسند نہیں کرتا۔'' فالکن نے منہ بنا کر جواب دیا۔

''بھئی، میں تو اپنے مرحوم دوست کی یادگار اپنے ہاتھوں میں لینے کے لیے بے قرار ہوں۔ آیے، یہیں ایورگرین ہوٹل میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔'' سرامرناتھ نے بات کا رخ پھر اصل مطلب کی طرف پھیرتے ہوئے کہا۔ ویرا نے شوکت کو آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے۔

چنانچہ شوکت نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ وہ لوگ اپنی کار میں بیٹھ گئے اور

Akram Allahabadi

دونوں کاریں مین روڈ کو چھوڑ کر ایک چھوٹی روڈ سے ہوٹل ایورگرین کی طرف روانہ ہوگئیں، جو یہاں سے بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔

☆☆☆☆☆☆

کچھ دیر بعد وہ چاروں ہوٹل ایورگرین کے ایک کمرے میں ایک میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

''ویرا، تم ذرا باہر جاؤ، ہم لوگ کچھ کاروبار کی باتیں کریں گے۔'' فالکن نے ویرا سے کہا اور وہ چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرتی ہوئی شوکت کا ہاتھ دبا کر اٹھ کر باہر چلی گئی۔ شوکت کو فالکن کی یہ حرکت ناگوار گزری، مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

''اس اٹیچی کیس میں آپ کے دو لاکھ روپے نقد موجود ہیں، جو ہم دو گھنٹوں سے آپ کی خاطر لیے گھوم رہے ہیں۔'' سرامر ناتھ نے اس چھوٹے سے اٹیچی کیس کی طرف اشارہ کیا، جو فالکن کار سے اتار کر ساتھ لایا تھا۔ ''مسٹر فالکن، چابی انھیں دے دیجیے تاکہ یہ گن کر اپنا اطمینان کرلیں۔'' وہ فالکن سے بولا اور فالکن جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔

''مگر وہ کوٹھی مجھے پسند آگئی ہے، میں اسے بیچوں گا نہیں۔'' شوکت نے جرأت سے کام لے کر انکار کر دیا۔

''کیا مطلب؟'' سرامر ناتھ کا چہرہ اچانک خوفناک ہوگیا۔ ''وہ کوٹھی میرے لیے آپ نے خریدی ہے، میرے ایما پر خریدی ہے۔'' اس کا لہجہ سخت ہوگیا۔

''میں نہیں دوں گا۔ میری خوشی۔'' شوکت کو بھی باہر ویرا کی موجودگی کے خیال سے بہادری کا مظاہرہ کرنا پڑا، حالانکہ دل میں وہ ڈر رہا تھا کہ نہ جانے یہ دو آدمی اس اکیلے کا کیا حشر کریں۔

''آپ کو وہ کوٹھی اور اس کے کاغذات ابھی ہمارے حوالے کرنے پڑیں گے، ہم

اسی لیے آپ کے روپے اپنے ساتھ لائے ہیں۔'' سرامرناتھ نے میز پر گھونسا مار کے کہا۔

''میں نہیں دوں گا... نہیں دوں گا۔ میں نے خریدی ہے۔'' شوکت کو بھی طیش آ گیا۔

''اوہو، سرامرناتھ، جھگڑا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، شوکت صاحب بھی بیوپاری آدمی ہیں، انھیں شاید اس کام پر کچھ منافع چاہیے۔'' فالکن سرامرناتھ کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

''چلیے میں آپ کو تین لاکھ دیتا ہوں، لایئے کاغذات میرے حوالے کر دیجیے اور لکھ دیجیے کہ آپ کا اب اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔'' سرامرناتھ نے جیب سے چیک بک نکالتے ہوئے پیشکش کی۔

''میں خود آپ کو چار لاکھ دے سکتا ہوں، میں کوٹھی نہیں بیچوں گا۔'' شوکت اکڑا۔

''میں پانچ لاکھ دے سکتا ہوں۔'' سرامرناتھ کو جوش آ گیا۔

''میں چھ لاکھ دے سکتا ہوں۔'' شوکت اور بپھر گیا۔

''سات لاکھ۔'' سرامرناتھ نے پر میز پر گھونسا مار کر کہا۔

''آٹھ لاکھ۔'' شوکت نے بھی اسی طرح جواب دیا۔

''۹ لوکھ۔ بولو جلدی۔ سات لاکھ کا منافع مل رہا ہے، جو سات برس میں بھی نہ مل سکے گا۔''

''میں خود دس لاکھ دیتا ہوں۔'' شوکت نے اکڑ کر جواب دیا۔

سرامرناتھ کچھ کہنے ہی والے تھے کہ فالکن درمیان میں بول اٹھا۔

''بیکار ہے، سرامرناتھ۔ معلوم ہوتا ہے انھیں کسی طرح وہ راز معلوم ہو گیا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' سرامرناتھ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''مطلب صاف ہے، ورنہ یہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی کوٹھی پر دس لاکھ روپے تک خرچ کرنے کو تیار نہ ہوتے۔''

Akram Allahabadi

''ہاں ہاں، مجھے مالوم ہوگیا ہے تم اس بیس لاکھ کے چکر میں ہو۔''شوکت بیوقوفوں کی طرح بول اٹھا۔

''اوہ۔''سرامرناتھ اسے گھورنے لگا۔اور پھر اپنا سر تھام کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

''سرامرناتھ، قانونی طور پر وہ کوٹھی اب ان کی ملکیت ہے، بہتر تو یہی ہوگا کہ آپ دس لاکھ پر ہی صلح کرلیں۔آخر ان کو بھی صرف ۸ لاکھ ہی فائدے کے ملیں گے، جو آپ سے کم ہی ہوں گے۔''

''مگر انھوں نے تو وہ کوٹھی ہمارے لیے خریدی تھی۔''سرامرناتھ گویا ہرا مان کر بولے۔''صرف ایک شرط پر۔''انھوں نے شوکت کی طرف دیکھ کر کہا۔''مجھے اب آپ پر بھروسا نہیں رہا، میں اس دفینے کا پتا اس وقت بتاؤں گا جب آپ میرے دس لاکھ مجھے پہنچا دیں گے۔''انھوں نے کہا۔

''میں ابھی چیک دے سکتا ہوں۔''شوکت نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا۔

''نہیں، اتنی بڑی رقم میں چیک سے نہیں لوں گا، ورنہ انکم ٹیکس والے میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔''

''میں کیش دے سکتا ہوں۔''

''تو پھر آج رات کو ۸ بجے اسی جگہ، اور اگر ۸ کی بجائے ۹ بج گئے تو میں سمجھوں گا کہ آپ کی نظروں میں فتور آ گیا ہے۔میں فوراً پولیس کو خبر کر دوں گا کہ اس کوٹھی کے ایک تہ خانے میں رتن چند کے ۲۰ لاکھ روپے کہاں محفوظ ہیں۔''سرامرناتھ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''میں دو غلائیں ہوں، ایک زبان رکھتا ہوں۔''شوکت نے اپنی جاگیردارانہ شان کا مظاہرہ کیا۔''تمہارے پیسے ۸ بجے یہاں پہنچ جائیں گے۔''

''میرا خیال ہے ہمارا اصل جھگڑا اب ختم ہوگیا۔جب بات دوستانہ طریقے پر طے ہوگئی ہے تو کیوں نہ ہم ماحول کو خوشگوار بنالیں۔''فالکن نے سنجیدہ فضا کو مسکراہٹوں میں تبدیل

کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے اب کوئی اعتراض نہیں ہے۔حالانکہ میرے ۱۸ لاکھ کی جگہ مجھے صرف ۱۰ لاکھ ہی مل رہے ہیں۔''سرامرناتھ نے یہ کہتے ہوئے شوکت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھادیا۔

''اور میرا کیا ہوگا،سرامرناتھ؟''فالکن سرامرناتھ سے پوچھ بیٹھا۔

''میں دو لاکھ آپ کو دے دوں گا اور ہم لوگ بھی برابر آٹھ آٹھ لاکھ تقسیم کرلیں گے۔''سرامرناتھ نے کہا۔

''صرف دو لاکھ...بیس لاکھ کا ...؟''فالکن نے گویا احتجاج کیا۔

''دیکھیے،زیادہ منافع ان کا ہی ہوتا ہے جو رقمیں لگاتے بھی ہیں۔''

''خیر،جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔''فالکن نے ضد نہ کی۔

''دیکھیے،یہ راز ہم تینوں سے چوتھے میں نہ پہنچے۔''سرامرناتھ نے تاکید کی۔

''میں کوئی بچہ ہیں ہوں۔''شوکت بولا۔

''تو پھر اب اٹھا جائے۔''

وہ جب اٹھ کر باہر آئے تو شوکت کو ویرا نظر نہ آئی۔پھر بھی اس نے ان کے سامنے تشویش کا اظہار نہ کیا۔سرامرناتھ اور فالکن ہوٹل سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔

''یاد رہے،شوکت صاحب،۸ بجے...یہیں...''سرامرناتھ نے نرم لہجے میں اسے یاددہانی کی اور کار آگے بڑھادی۔شوکت بھی اپنی کار اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ اسے ہوٹل کے دائیں سمت سے ویرا نکل کر اپنی طرف آتی نظر آئی۔

''چلے گئے نا؟''اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا اور شوکت کے پاس ہی کار میں بیٹھ گئی۔

''ہاں،مگر تم کائے کو گھبراتی ہو؟''

''انھوں نے زبان سے نہیں کہا،مگر انھیں مجھ پر شک ہوگیا ہے۔خدا جانے وہ

میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔"

"ارے ان کی ایسی تیسی، معاملہ پیسے روپے کا ہے، تمہارا میں۔ دیکھ لوں گا کیا کرتے ہیں۔" شوکت نے ان کے پیٹھ پیچھے بہادری کے دم خم دکھائے۔

"میں اب آپ کے ساتھ ہی رہوں گی، مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"مم... میرے ساتھ..." شوکت کو فوراً پری بیگم کا خیال آ گیا، جس سے مایوس ہونے کے باوجود وہ ڈرتا تھا۔ کسی اور معاملے میں نہیں، صرف لڑکیوں کے معاملے میں۔ نہ جانے کیوں وہ اس پر یہ ظاہر ہونے دینا نہیں چاہتا تھا کہ اس کے سوا بھی وہ کسی لڑکی سے دلچسپی لے سکتا ہے۔ حالانکہ ہر خوبصورت لڑکی کی آرزو کرنے لگتا، اس کی ایک کمزوری بن چکی تھی۔ وہ نہ تو عیاش تھا نہ بدطینت، محض تفریح کے نقطۂ نظر کا عادی اسے بالے کی صحبت نے بنایا تھا اور اس کے باوجود وہ اپنی زندگی میں ہمیشہ ایک موجب کرنے والی کی کمی کو محسوس کرتا رہا تھا۔ اس نے پری بیگم کا انتخاب اسی ڈگری پہ کیا تھا، مگر وہ لوہے کا چنا نکلی، تو وہ ویرا کی طرف جھک گیا۔

بہرحال اب مصیبت یہ تھی وہ اسے کہاں ٹھہرائے۔ اس نے سوچا بالے سے مشورہ لے، مگر اس خیال سے اس نے خود ہی اس کو مناسب نہ سمجھا کہ کہیں ویرا اس کی طرف مائل ہو گئی تو اس کے حصے میں پھر دھاک کے تین پات رہ جائیں گے، مگر اس کے ساتھ ہی اسے اپنا منشی یاد آ گیا، جو بیچارا ہزار بار اس کی فرم کی منیجری کرنے کے باوجود اپنے باس کی نظروں میں منشی ہی تھا اور منشی ہی رہا۔ وہ پرانی وضع کا سادا سا آدمی تھا۔ عمر بھی پرانی ہو چکی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ کچھ اور سوچنے تک وہ ویرا کو اس کے یہاں ہی ٹھہرائے گا، مگر ساتھ ہی اسے فالکن کا بھی خیال آ گیا۔

"اور وہ تمہارا چچا جو میرے اوپر اغوا مغوا کا الزام لگوا دے تو؟"

"اغوا کیا...؟" ویرا پوچھنے لگی۔

"ارے وئی، جو لے کے بھاگتے ہیں، یا نی کہ لڑکا لڑکی کو، یا لڑکی لڑکے کو۔" ویرا کو

ہنسی آ گئی، مگر وہ پھر سنجیدہ ہو گئی۔

''میں بالغ ہو چکی ہوں، مجھے حق ہے جہاں چاہوں رہوں۔''

''اچھا، میں انتظام کیے دیتا ہوں۔''شوکت نے سر ہلایا۔

''آپ رات کو آٹھ بجے وہاں جائیں گے کیا؟''

''تمہیں کیسے مالوم ہوئی یہ بات؟''شوکت نے چونک کر اسے دیکھا۔

''میں کی ہول سے سب سن رہی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ آپ کے ساتھ کوئی حرکت نہ کریں۔''ویرا نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''اللہ قسم...؟یانی اِنا خیال ہے تمہیں میرا۔''

جواب میں ویرا نے شرما کر سر جھکا لیا۔

''اب تو سالی پری بیگم کی ایسی تیسی۔''

''جی...؟''وہ چونکی۔

''مُیں مُیں...کو چھ مُیں... یانی میرا مطلب ہے تم ہو تو سالی کسی پری مری کی بھی ایسی تیسی۔یانی تم کسی پری سے کم ہو کیا، جیسے پیلی پری۔''

''ڈیئر، رات کو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گی۔''اس نے یہ کہتے ہوئے ایک ہاتھ شوکت کے گلے میں ڈال دیا اور شوکت کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہکنے لگے۔

''لے چلیں گے نا؟''

''ہاں ہاں، کائے کو نئیں۔''

''وعدہ کرو تم مجھے اپنے سے الگ تو نہیں رکھو گے؟''

''مُیں، مگر مجھے ابھی تھوڑا سا کام ہے اور پھر ان سالوں کو دینے کے لئے روپوں کا بھی انتظام کرنا ہے۔بینک سے نکلوانا بھی تو ہوگا۔''

''تو مجھے کہاں چھوڑیں گے آپ؟''

''اپنے منیجر کے گھر پر۔ڈرو نہیں،میرا وفادار آدمی ہے۔''

''کیوں،اپنے گھر کیوں نہیں؟''

''ذرا ایک ماملہ ہے،یانی میرے پھوپھا نواب صاحب بھوپال سے آئے ہوئے ہیں اور چلے جائیں تو پھر تو ہے ای گھر تمہارا۔''

شوکت نے کار منشی کے گھر کے دروازے پر روک دی۔یہ ایک منزلہ چھوٹا سا مکان تھا،جس کے نچلے بلاک میں منشی رہتا تھا اور اوپری حصے میں کوئی یہودی۔وہ اس وقت گھر پر ہی موجود تھا،شوکت کو دیکھ کر بوکھلا گیا۔اس کی بیوی بیچاری دوڑ کر دودھ کا گلاس بھر لائی اور لڑکیاں کرسیاں صاف کرنے لگیں۔مگر شوکت نے اسے علیحدہ بلا کر ویرا کے قیام کے بارے میں سمجھایا اور ویرا سے شام کو آنے کا وعدہ کر کے الٹے قدموں لوٹ آیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

لینے کے دینے

ایک طرف تو شوکت کے اعصاب پر ویرا سوار ہو گئی تھی اور دوسری طرف یہ لالچ کہ مفت کے ۸ لاکھ بھی اگر ہاتھ آ جائیں تو برا کیا ہے۔ اس نے یہ ضرور کیا تھا کہ رتن چند کی کوٹھی پر اپنے دو نوکروں اور اپنے بنگلے کے گورکھے کو متعین کر دیا تھا تا کہ کوئی کوٹھی میں قدم نہ رکھ پائے۔ یہ اقدام اس نے ویرا کو چھوڑ کر لوٹتے ہی کیا تھا اور اب وہ اس خیال سے بھی مطمئن تھا کہ بیس لاکھ کے دفینے پر اس کا پہرہ بیٹھ چکا ہے۔ کئی بار اس کے ذہن میں آیا کہ بالے سے بھی مل لے، یا کم از کم اس بارے میں فون کر کے اس سے مشورہ ہی لے لے، مگر پھر اسے یاد آ گیا کہ خان یا بالے کسی غیر قانونی طریق کار کو برداشت نہیں کرتے، خواہ وہ ان کے قریب ترین عزیز سے ہی سرزد ہو۔ وہ بار بار اس کے تجربات آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ بہر حال ایسا کرنے میں سراسر نقصان تھا۔ نہ صرف مفت کے ہاتھ آتے ہوئے ۸ لاکھ کا، بلکہ اپنی گانٹھ سے جانے والے اس دو لاکھ بھی، جس سے کوٹھی خریدی گئی تھی۔

مگر جس وقت وہ اپنے آفس میں داخل ہوتا، بالے کو دیکھ کر چونک پڑا۔

''کہاں غائب ہو گئے تھے، لارڈ صاحب؟''

''کیوں؟ کیا تم اکیلے گلفام ہو؟''

''تو آپ اس لونڈیا کے ساتھ تفریح فرما رہے تھے۔''

''کونسی لونڈیا؟''

''وہی فالکن کی بھتیجی، جس نے تمہیں کل رات دعوت دی تھی۔''

''ہاں، پھر؟''

''تم نے رتن چند کی کوٹھی کس کے لیے خریدی ہے؟''

Akram Allahabadi

''اپنے لیے، تمہیں کیا؟ یانی کہ اب میری خرید فروخت میں بھی ٹانگ گھسیڑ رہے ہو۔''

''لیکن تم نے اپنے لیے نہیں، ان لوگوں کے لیے خریدی ہے۔''

''اچھا جاؤ، خریدی ہے، پھر؟''

''وہ کیا چاہتے ہیں تم سے؟''

''کچھ بھی نہیں، میں اسے اپنے ہی پاس رکھوں گا۔''

''واہ، بیٹے۔ ہم سے ہی اڑانے لگے۔''

''لو، اس میں اڑانے کی کیا بات ہے؟ میرا دل چاہا، میں نے خرید لی۔''

''شوکت، اگر مجھ سے کچھ چھپاؤ گے تو کسی بڑی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔''

''میں دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں، اپنا نفع نقصان میں بھی سمجھتا ہوں۔''

''تم جانو، میری بلا سے۔''

''ہاں ہاں، تمہاری بلا سے۔ تم جل گئے ہو گے کہ ویرا مجھ سے موجت کائے کو کرنے لگی۔'' شوکت نے اس پر فقرہ بھی کس دیا۔

''خدا قسم بڑے کلاسیکل گدھے ہو۔''

''تم خُد ہو گے، میاں خان، سائیکل کے گدھے۔''

''خیر، میں چلتا ہوں، مگر شام کو کلب چلو گے نا؟''

''نہیں، میں روز روز نہیں جاتا۔''

''ابے یہ دھرماتما کب سے بن گئے؟''

''میری خوشی۔'' شوکت نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بہت جلد چیختے آؤ گے، بیٹے۔''

''ارے ہاں، بھوت آئے۔'' شوکت نے منہ بنا کر سر جھٹکا۔ بالے اٹھ کھڑا ہوا۔

Akram Allahabadi

''کیوں چائے مائے نہیں پیو گے؟''شوکت نے پوچھا۔

''اب تو میں تمہارے آنسوؤں کی ہی چائے بنا کر پیونگا، جانِ من۔''

''ارے جاؤ، میاں خاں۔ کوے کے کوسے سے ڈھور نہیں مرا کرتے۔''

''میں چلتا ہوں۔'' یہ کہہ کر بالے نے اپنی پی کیپ اٹھائی اور بغیر اس کا جواب سنے باہر نکل گیا۔

رات کو ۸ بجنے سے ۲۵ منٹ پہلے ہی وہ اپنے بنگلے سے کار لے کر نکلا۔ اس کے پیروں کے پاس ہی وہ اٹیچی کیس رکھا ہوا تھا، جس میں نقد دس لاکھ روپے موجود تھے۔ کچھ تجوری کے اور کچھ بینک سے نکلوائے ہوئے۔

منیجر کے مکان پر ویرا اس کا بیقراری سے انتظار کر رہی تھی۔

''لے آئے، ڈیئر؟'' اس نے دوڑ کر اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''ہاں، لے آیا۔'' شوکت نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

''اوہ، بیس لاکھ، ہم کتنے دولتمند ہو جائیں گے۔''

''کاہے کے بیس لاکھ، اور یہ جو دس لاکھ دینے پڑ رہے ہیں۔''

''پھر بھی آٹھ لاکھ سے ہم کیا کچھ نہیں کر سکتے۔''

''اچھا چلو، ٹائم ہو گیا ہے۔''

وہ اس کے پاس ہی کار میں بیٹھ گیا۔

ایور گرین جب ان کی کار پہنچی تو آٹھ بج چکے تھے۔ انھیں سر امرناتھ کی کار باہر نظر نہیں آئی۔ مگر اندر جانے پر فالکن اور سر امرناتھ انھیں اسی کمرے میں ملے۔ ویرا کے کہنے پر شوکت نے اسے باہر ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ دونوں اسے دیکھتے ہی دوڑ کر قریب آ گئے۔

''لے آئے آپ؟'' فالکن نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''ہاں، لے آیا۔ مگر پہلے مجھے اس بیس لاکھ کا پتا بتاؤ۔''

''ارے ایک ایک انچ کا پتا لیجیے، آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔'' یہ کہہ کر سرامرناتھ نے جیب سے ایک ہاتھ کا بنایا ہوا نقشہ نکالا، جس پر اسی کوٹھی کا خاکہ بنا ہوا تھا۔ پھر اس کے ایک کمرے سے ایک تہ خانے کا راستہ دکھایا گیا تھا، جو نیچے کوٹھی کے پاس باغ میں پہنچ کر اس پتھریلی کوٹھری کے نیچے ختم ہوگیا تھا، جو کوٹھی کے مالی کے رہنے کے لیے بنائی گئی تھی۔

''بس یہاں ہے یہ رقم۔ یہ جس طاق میں پتھر کا چراغ بنا ہے، اسی کے نیچے ہے وہ جگہ۔'' سرامرناتھ نے سمجھایا۔ اور شوکت سر ہلانے لگا۔

''اب لایئے لگے ہاتھوں میں دیکھ بھی لوں اپنی رقم۔''

''کیا میں بے ایمان ہوں؟'' شوکت بگڑنے لگا۔

''پھر بھی اطمینان کر لینے میں کیا حرج ہے، لین دین کا معاملہ ہے۔'' فالکن نے اسے سمجھایا اور شوکت نے اٹیچی کیس کی چابی اس کے حوالے کر دی۔

مگر جب سرامرناتھ نے اٹیچی کیس کھولا تو چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔

''یہ کیا مذاق ہے، شوکت صاحب؟ یہ آپ سادے کاغذ بھر کے لائے ہیں اس میں۔'' سرامرناتھ کا لہجہ غضبناک ہوگیا تھا۔

''کائے کے کاغذ؟'' شوکت نے اٹیچی کیس میں جھک کر دیکھا۔ واقعی وہاں ردی کاغذ کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے۔

''ارے نئیں، اللہ کی قسم، میں نے خود تو اپنے ہاتھوں سے نوٹ بھرے تھے۔'' وہ بوکھلا کر بولا۔

''ہمیں بیوقوف بنا رہے ہو، حالانکہ ہم تم جیسے کتنوں کو چرا چکے ہیں۔'' سرامرناتھ نے یہ کہتے ہوئے جیب سے پستول نکال لیا۔

''تو اب تھوڑی سی خود بھی چر لو۔'' انھیں پیچھے سے آواز سنائی دی اور وہ اچھل کر

کھڑے ہو گئے۔ان کے سامنے سپرنٹنڈنٹ خان کھڑا ہوا تھا۔کمرے کی ایک کھڑکی کھلی تھی وہ شاید اسی کے راستے اندر آیا تھا۔''خبردار، امرناتھ، پلٹے تو گولی مار دوں گا، پستول پھینک دو۔''

''تت...تم کون ہو؟''فالکن نے ہکلا کر پوچھا۔

''خان صاحب، آپ...؟''شوکت بوکھلا گیا۔

''تم ان دھوکے بازوں سے ۸ لاکھ کمانے آئے تھے، عقلمند۔''خان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مگر وہ تو بیس لاکھ...؟''شوکت نے کہنا چاہا۔

''رتن چند کی کوٹھی میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔اگر میں تم پر نظر نہ رکھتا تو یہ تمہارے دس لاکھ لے کر غائب ہو چکے ہوتے۔''

''اللہ کی قسم میرا کوئی قصور نہیں ہے۔مجھ سے لڑکی نے کہا تھا۔''

''وہ ان کی آلۂ کار ہے۔یہ بڑے چالاک قسم کے شریف صورت ڈاکو ہیں۔اور تم جیسے بیوقوفوں پر ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔''

''کیوں بے سالے سر امرناتھ؟''شوکت کو سر امرناتھ پر غصہ آ گیا۔

''یہ صرف امرناتھ ہے، ایک چھٹا ہوا بدمعاش۔''خان نے اسے جواب دیا۔

''ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔آپ اس قسم کے الفاظ ہمارے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔''امرناتھ اس کی طرف پلٹتے ہوئے بولا۔اس نے پستول نیچے گرا دیا تھا۔

''کم از کم ایک جرم تو تمہارا یہ پستول ہی ہے۔''

''اوہ، یہ تو امریکن پستول ہے، نقلی۔میرے ایک دوست کے بچے نے کھیلتے کھیلتے میری جیب میں ڈال دیا تھا۔''امرناتھ اطمینان سے بولا۔

''بڑی مدت کے بعد تم لوگ میرے ہاتھ آئے ہو۔تمہاری یہ چالاکیاں اب تمہارے کام نہیں آئیں گی۔مجھے معلوم ہے تم نے شہر میں ان دھوکا بازیوں سے کتنی لوٹ مچائی

ہے۔'' خان آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

''ہم نے کبھی کوئی قانونی جرم نہیں کیا ہے۔''

''اور یہاں کیا فاتحہ پڑھ رہے تھے اپنا؟''

''ہم یہاں شوکت صاحب سے شریفانہ طور پر یہ پوچھ رہے تھے کہ انھوں نے فالکن کی بھتیجی کو اغوا کر کے کہاں چھپا رکھا ہے۔'' وہ بڑے اعتماد کے ساتھ بولا۔

''کیا مطلب؟'' خان چونکا۔

''خود شوکت صاحب سے ہی پوچھ لیجیے۔'' اب فالکن بولا۔ ''میری بھتیجی صبح سے غائب ہے اور وہ ان کے ساتھ ہی گئی تھی۔''

''کیوں شوکت؟'' خان شوکت کی طرف پلٹا۔

''جیاں جیاں، مگر وہ تو خود...''

''بڑے گدھے ہو تم، کہاں ہے وہ؟''

''ابھی تو باہر ہی تھی۔''

''اوہ۔'' یہ کہہ کر خان نے پلٹ کر بالے کو آواز دی۔ اور ایک منٹ بعد ہی بالے اسے کھڑکی سے اندر جھانکتا ہوا نظر آیا۔

''وہ لڑکی جو ان کے ساتھ کار سے اتری تھی، کہاں گئی؟''

''کیا وہ کمرے میں نہیں ہے؟'' بالے نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں، یہاں تو یہی تین ہیں۔''

''اوہ، میں دیکھتا ہوں۔'' بالے یہ کہہ کر بھاگتا چلا گیا۔

خان نے بہرحال ان دونوں کو حراست میں لے لیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دوسری خودکشی

وہ اس وقت ایک ایسی لاش کا معائنہ کر رہے تھے، جو بری طرح کچلی ہوئی تھی۔ لاش کسی جوان لڑکی کی ہی تھی۔ جیسا کہ اس کے بعض اعضا سے معلوم ہوتا تھا۔ ریلوے پولیس کو اس کے پاس سے ہی ایک لفافہ ملا تھا، جس کے اندر ایک خط تھا۔ اس لڑکی نے ٹرین کے نیچے آ کر خودکشی کی تھی اور اس لیے کہ کسی نے اسے اغوا کر کے اس کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا ڈالا تھا۔ اغوا کرنے والے کا نام تھا شوکت، اور خودکشی کرنے والی نے اپنا نام ویرا فالکن لکھا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ خان کے پہنچتے ہی ڈی سی پی نے وہ خط اس کے سامنے کر دیا اور خان حیرت سے چونک پڑا۔ خط میں تفصیل بھی لکھی تھی، کس طرح وہ اسے اغوا کر کے ایک مضافاتی ساحلی علاقے میں فلاں جگہ لے گیا۔ اس کے بعد کس طرح اس نے اسے اپنے منیجر کے مکان پر نظر بند رکھا۔ اور رات کو وہ موقع پا کر وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئی، لیکن کیونکہ وہ اب دنیا کو اپنا منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی تھی، اس لیے اس نے خودکشی میں ہی اپنی نجات سمجھی۔ خط میں شوکت کا پتا بھی درج تھا۔

''اور آپ نے اپنے دوست کو بچانے کے لیے اس لڑکی کے چچا اور اس کے ساتھی کو حراست میں ڈال دیا۔'' خان کو اپنے کانوں میں ڈی سی پی کے غیر متوقع الفاظ سنائی دیے۔

''مگر جناب، ان لوگوں کے بارے میں عرض کر چکا تھا۔''

''کون یقین کرے گا، خان صاحب، اس افسانے پر۔ آپ کے پاس ثبوت ہے کسی بات کا؟'' ڈی سی پی نے پوچھا۔

اور خان اس قدر تجربہ کار اور حاضر جواب ہوتے ہوئے بھی اس وقت لاجواب ہو گیا۔ واقعی حالات کچھ عجیب سا رخ اختیار کر گئے تھے۔ فالکن اور امرناتھ کے خلاف کوئی جرم

ثابت کرنا ہی اس صورت میں ناممکن بن گیا۔شوکت کے پاس صرف ایک سرامرنا تھ کا دیا ہوا بینک چیک تھا،اور وہ بھی جعلی نکلا۔امرناتھ نے تو سرے سے یہ کہہ کر انکار ہی کر دیا کہ اس نے کوئی چیک شوکت صاحب کو نہیں دیا، نہ ہی کسی بینک میں اس کا اکاؤنٹ ہے۔یہ معاملہ تو مجھے اور فالکن کو پھانسنے کے لیے گھڑے گئے ہیں،تاکہ ہم ویرا کو تلاش کرتے کرتے شوکت صاحب کے خلاف پولیس میں رپورٹ نہ کر بیٹھیں۔جہاں تک ان ۱۰ لاکھ روپیوں والے اٹیچی کیس کا تعلق تھا،اول تو پہلے ہی اس میں سے کاغذ برآمد ہوئے تھے اور اگر نوٹ بھی برآمد ہوتے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ شوکت انھیں ویرا کے بارے میں زبان بند رکھنے کے لیے رشوت دے رہا تھا۔ باقی تہ خانے کا نقشہ وغیرہ بے معنی چیزیں تھیں۔اور امرناتھ نے سرے سے انکار کر دیا کہ وہ اس کا دیا ہوا نہیں ہے۔یہ اسکیم تو شوکت ہی کی گھڑی ہوئی ہوگی۔مگر خان نے اس بے معنی سی چیز کو اپنی جیب میں محفوظ ضرور رکھ لیا تھا۔

''مجھے آج شام تک ان تمام معاملات کی وضاحت چاہیے، ورنہ میں آپ کے خلاف بھی کوئی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔''ڈی سی پی کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

''بہتر ہے۔''خان نے صرف اتنا ہی کہا۔

شوکت کی گرفتاری کے لیے فوراً آدمی بھیج دیجیے۔''یہ کہہ کر ڈی سی پی بگڑے ہوئے موڈ میں بھاری قدموں سے چلتا ہوا آفس سے باہر نکل گیا، جہاں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

چند گھنٹوں کے بعد امرناتھ اور فالکن آزاد تھے۔اور شوکت آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔جو کچھ ہوا تھا وہ قطعی خلاف توقع ہوا تھا اور پہلی بار خان کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ جرائم پیشہ افراد میں ایسے ایسے دماغ بھی موجود ہیں، جو قانون کو انگلیوں پر نچا سکتے ہیں۔اور قانون صرف ثبوت پر یقین کرتا ہے۔لیکن کسی قسم کے حالات سے بھی مایوس ہونا نہ اس نے سیکھا تھا، نہ اس کی فطرت اسے گوارا کر سکتی تھی۔ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ پرسکون

اور کسی گہری سوچ میں کھویا نظر آ رہا تھا۔اور بالے کی کھوپڑی تو ان مجرموں کا اس بار لوہا مان گئی تھی، جن سے ان کا پالا پڑا تھا۔بالکل تو ڈال ڈال میں پات پات والی مصداق تھی۔وہ خود راست اقدامت کا زیادہ قائل تھا، بہ نسبت ڈھیل دے کر پکڑنے کے، مگر خان پھر بھی ایک معما بنا ہوا تھا، وہ کیا کرے گا، وہ کیا سوچ رہا ہے، یہ نہ بالے سمجھ سکا نہ کوئی اور۔شوکت کی ساری جاگیرداری ہوا ہوگئی اور تقریباً پاگل سا نظر آ رہا تھا۔کیونکہ جو نا کردہ گناہ اس پر اس وقت ہر قانونی شبورت کے ساتھ ٹائپ ہو رہا تھا، اس کی سزا سخت سے سخت تھی، جسے نہ اس کی لاکھوں کی دولت روک سکتی تھی نہ اس کی حیثیت۔لے دے کر اسے خان اور بالے سے ہی یہ توقع رہ گئی تھی کہ وہ اس کے لیے کچھ کریں گے، مگر جب اس نے حوالت کے باہر پولیس افسروں کو آپس میں باتیں کرتے سنا اور یہ بھنک اس کے کانوں تک بھی پہنچی کہ خان اور بالے پر بھی کوئی الزام آ رہا ہے، تو اس کی ہمت چھوٹ گئی۔وہ گھٹنوں میں سر ڈال کر بیٹھ گیا۔یہ جو کچھ تھا، اس کی اپنی حماقت کا نتیجہ تھا، نہ وہ بالے سے رازداری برتتا، نہ یہ نوبت آتی۔ان لوگوں کو اگر ۸ بجے والی رات کی ملاقات کے مقام اور وقت کا پہلے سے علم ہوگیا ہوتا تو ممکن ہے وہ وہاں کوئی ٹیپ ریکارڈ نصب کرتے، یا کوئی اور انتظام کرتے۔

اور خان کو بھی یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ مجرم کیونکہ غیر جارحانہ اور معمولی قسم کے ہیں، اس لیے حراست میں لیے جانے پر سب کچھ قبول دیں گے۔اس لیے اس نے ان پر زیادہ گہری توجہ نہ دی تھی، صرف شوکت کے ملازم شمو کو فون کر کے اس کا اٹیچی کیس بدلوا کر اس میں ردی کاغذ بھروا دیے تھے۔اور بعد میں شوکت کے تعاقب سے ہی وہ یہاں تک پہنچے تھے۔وہ دن میں بھی اس جگہ پہنچ گئے ہوتے، اگر شوکت بالے کی پرائیوٹ کار کو کسی اور کی تعاقب کرتی ہوئی کار سمجھ کر گاڑی نہ بھگاتا، یا درمیان میں ٹرین نہ آڑے آ گئی ہوتی۔بہر حال اتفاقات تھے یا ہونی، معاملات تمام الٹے ہی ہو گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

خان اپنے آفس میں میز پر بہت سے فنگر پرنٹس کے فوٹو اور رجسٹر پھیلائے بیٹھا محدب شیشے سے ان کا جائزہ لے رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔اس نے بے خیالی میں رسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

''ہیلو، ڈیئر پولیس برین، میں ماسٹر برین بول رہا ہوں۔''

اسے ایک انجانی بھاری سی آواز سنائی دی۔اور اس وقت نہ جانے کونسی چیز اس کے ذہن میں آ گئی جو خان نے اپنا لہجہ اچانک بگاڑ لیا۔

''آپ کس کو مانگتا، صاحب، سپرنٹنڈنٹ صاحب کو؟'' وہ چپراسی جیسی آواز میں بولا۔

''ہاں، ذرا جلدی بلاؤ انھیں۔'' دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''ایک منٹ۔'' یہ کہہ کر خان نے رسیور میز پر رکھا اور دراز سے پاکٹ ریکارڈر کا ایک سیٹ نکال کر، جو بیٹری سسٹم سے کام کرتا تھا، فون کے رسیور سے پیوست کرتے ہوئے اس کا رخ رسیور پر جھکا دیا۔اپنا کان اس نے کچھ دور رکھا۔

''ہیلو، سپرنٹنڈنٹ خان اسپیکنگ۔'' وہ فون پر اپنی آواز میں بولا۔

''پولیس برین، میں ماسٹر برین بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''شوق سے بولو، کیا بات ہے؟''

''تم نے خواہ مخواہ میرے قانونی بزنس میں دخل دے کر مجھے اپنا دشمن بنایا ہے، حالانکہ صرف چند واقعات سے ہی تم سمجھ چکے ہو گے کہ میں شہر بھر میں قانون کو انگلیوں پر نچا سکتا ہوں۔'' ادھر سے آواز آئی۔

''تمہارا بیان ٹیپ پر ریکارڈ ہو رہا ہے۔'' خان نے ادھر سے مسکرا کر جواب دیا۔

''میں جانتا ہوں کہ ابھی تمہارے ڈپارٹمنٹ کے ٹیلی فون سسٹم میں آٹو میٹک

ریکارڈنگ سسٹم لگنے میں کم از کم سال بھر کی دیر ہے۔بہر حال ایک خیال دینے کا شکریہ۔"ادھر سے آواز آئی۔

"اچھا بکو، کیا بک رہے تھے۔"

"میں عرض کر رہا تھا کہ میرے آدمیوں کو تم نے پریشان کر کے میرے دس لاکھ روپے کا نقصان کیا ہے۔اور یہ کافی بڑا نقصان ہے۔مگر میرے ایک ہی اشارے پر تمہارا وہ بکرا خود جیل میں پہنچ گیا اور تم لوگوں کی پوزیشن خطرے میں پڑ گئی ہے۔"

"یہ ایک وقتی چیز ہے، مجھے معلوم ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"یہ وقتی چیز نہیں، میری صرف ایک اور چال تم دونوں کو بھی تمہارے دوست کے پاس پہنچا سکتی ہے، لیکن میں ایسی چیزوں میں دلچسپی نہیں رکھتا۔میں تو بزنس کرتا ہوں اور تم چاہو تو یہ معاملہ بھی کاروباری طریقے پر طے ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ دس لاکھ اگر مجھے مل جائیں تو میں تمہاری پوزیشن بھی صاف کر سکتا ہوں اور تمہارا دوست بھی باعزت بری ہو سکتا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"وہ مجھ پر چھوڑ دو۔یہ رقم کچھ تمہاری جیب سے تو جائے گی نہیں، اس لیے سوچ سمجھ کر مان لینے میں ہی تمہاری بہتری ہے۔"

"خیر دوست، میری پوزیشن تو تم نے اس وقت واقعی الجھا دی ہے، مگر میں شوکت سے مل کر ہی تمہیں اس کا جواب دے سکتا ہوں۔"

'میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں کہ تمہیں اس بہانے اپنا فون نمبر اور ملنے کا وقت دے دوں، تم جانتے ہو کہ تم جو کہو گے وہ مان لے گا اور پھر دس لاکھ ادا کر کے وہ تباہ نہیں ہو جائے گا، اس کے پاس کافی دولت ہے۔"

''دس لاکھ تو بہت ہیں، میں پانچ لاکھ تک اسے آمادہ کر سکتا ہوں۔''

''خیر، تمہاری وجہ سے پانچ لاکھ ہی سہی، مگر یہ وعدہ بھی کرو کہ آئندہ میرے کاموں میں دخل نہ دو گے۔''

''دخل دیتا تو ضرور، مگر تم قانون کی زد میں ہی نہیں آتے، کوئی بڑے قانون داں معلوم ہوتے ہو۔'' خان نے کہا اور جواب میں اسے دوسری طرف سے ایک لمبا قہقہہ سنائی دیا۔

''اوہ، تم میری شخصیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہوں، حالانکہ اس ملک میں قانون داں ٹکے سیر بکتے ہیں۔''

''خیر، تو کہاں چاہیے یہ روپے تمہیں؟ مجھے آج شام تک ہی اپنے ڈپٹی کمشنر کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کرنی ہے۔''

''راجیشوری کی پہاڑی پر ایک چھوٹا سا ویران مندر ہے۔ دن ڈوبتے وقت اس مندر میں صرف تم وہ روپے رکھ کر آجاؤ۔ اس کے بعد میرا وعدہ منٹوں میں ہی پورا ہو جائے گا، لیکن یاد رہے کہ چالاکیوں کے معاملے میں میں تم سے دو جوتے آگے رہا کرتا ہوں۔ دھوکا دینے کی کوشش کی تو نقصان میں رہو گے۔''

''میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔'' خان نے جواب دیا۔

''اوکے۔ تو پھر شام کو سورج ڈوبتے وقت، راجیشوری کی پہاڑی پر۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

خان نے فون رکھ کر ریکارڈ نکالا اور احتیاط سے لپیٹ کر جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ سیدھا ڈی سی پی کے آفس میں جا رہا تھا۔

''میں کیسے یقین کر لوں کہ یہ سب کچھ صحیح ہے؟'' ڈی سی پی نے اسے اب بھی شبے کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر آپ اس پر یقین کر کے شوکت کو رہا نہ کرنا چاہیں تو نہ سہی، لیکن بہتر ہوگا کہ

شام کے وقت آپ بھی راجیشوری کی پہاڑی تک تکلیف فرمائیں۔"

"اچھا میں چلوں گا۔"

"باقی انتظامات میں کرلوں گا۔" خان نے واپس لوٹتے ہوئے جواب دیا اور ڈی سی پی صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

الٹی گنگا

راجیشوری کی پہاڑی شہر سے باہر، لیکن زیادہ دور نہ تھی۔ البتہ وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ ان دنوں اس کے ایک حصے کو سرنگوں سے توڑ کر پتھر نکالے جا رہے تھے، لیکن وہ کوئی ایسا ہی ٹھیکیدار تھا، جس کا کام ہفتے میں دو تین دن ہی چلتا تھا اور پچھلے چند دنوں سے یہاں بالکل سناٹا رہتا، شاید وہ کام بھی رک گیا تھا۔ اس پہاڑی کے اوپری حصے پر ایک بہت پرانا مندر تھا جو مغلوں کے دور سے بھی پہلے کا بتایا جاتا تھا۔ ممکن ہے یہ کہاوت ہی ہو یا اندازہ۔ بہر حال مندر بھی اپنی شکستہ حالت کی وجہ سے غیر آباد تھا اور پہاڑی بھی۔ پہاڑی کے دونوں سمت سے دو سڑکیں گزرتی تھیں جن پر بہت کم آمد و رفت ہوتی اور کیونکہ اب مضافاتی مین روڈ سے آبادی تک ایک پختہ سڑک الگ بنا دی گئی تھی، اس لیے پچھلی سڑکیں بند کر دی گئی تھیں۔ اس آبادی سے گزر کر پہاڑی کی طرف یا تو ٹھیکیدار کے کے پتھر ڈھونے والے ٹرک جایا کرتے تھے یا ٹھیکیدار خود ٹیکسی وغیرہ میں جاتا۔ سپرنٹنڈنٹ خان کی کار اس راستے سے گزرتے دیکھ کر کچھ لوگ چونکے ضرور، لیکن کسی نے کچھ کہا نہیں۔

سورج ڈوب رہا تھا اور مغرب میں آسمان سرمئی مائل ہو گیا تھا۔ خان نے اپنی کار پہاڑی کے دامن میں روک لی اور گاڑی سے اتر کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ڈی سی پی بھی اس کی کار میں موجود تھا، مگر وہ گاڑی سے باہر نہیں نکلا۔ اس وقت پہاڑی کے چاروں طرف سناٹا تھا۔ البتہ دور ہوائی اڈے کے اوپر کوئی تربیتی طیارہ منڈلاتا نظر آ رہا تھا۔

خان نے کلائی کی گھڑی دیکھی، اس وقت سات بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے اور غروبِ آفتاب کے صحیح وقت میں صرف ایک منٹ۔ وہ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ وہ زیادہ بلند نہ تھی اور نہ اوپر تک پہنچنا مشکل تھا، البتہ اس کا وہ حصہ مخدوش ہو گیا تھا جدھر سے اسے سرنگیں

لگا کر پھوڑا گیا تھا۔اس طرف سے پہاڑ ایک سیدھے کٹاؤ کے ساتھ کوئی دیوار معلوم ہوتا تھا۔

اوپر پہنچ کر اسے صرف چند چٹانیں بکھری نظر آئیں۔کوئی انسان نظر نہیں آیا۔ سامنے مندر کا کھنڈر تھا۔وہ چاروں طرف نظر دوڑا کر اس میں داخل ہوگیا۔اس نے وہ اٹیچی کیس جو وہ کار سے نکال کر ساتھ لایا تھا،اس مندر کے کھنڈر کے درمیان رکھ دیا اور جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھنے لگا۔ممکن ہے یہ اس کا کوئی اشارہ ہی ہو۔بہر حال اس عمل کے چند سیکنڈ بعد تک تو وہ وہیں کھڑا رہا،پھر باہر نکل آیا۔اس نے وہ اٹیچی کیس ایسی جگہ پر رکھا تھا،جہاں سے وہ یا اس کا اٹھانے والا باہر سے بھی دکھائی دے سکے۔

باہر آکر وہ کچھ دور واپس چلا اور پھر پھرتی سے ایک چٹان کی آڑ میں ہو کر دبک گیا۔ زمین سے کان لگانے پر اسے تھوڑی دیر بعد ہی کسی کے قدموں کی دھمک سنائی دینے لگی۔کوئی یقیناً اس مندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔خان کی نظریں اس اٹیچی کیس پر جمی ہوئی تھیں۔اچانک اسے کھنڈر میں خفیف سی آہٹ سنائی دی اور پھر اس نے کھنڈر کی اندرونی دیوار کی اوٹ سے ایک ہاتھ کو اس اٹیچی کیس کی طرف بڑھتے دیکھا۔اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور چٹان کی آڑ سے نکل کر کھنڈر کی طرف پنجوں کے بل دوڑا۔ساتھ ہی اس نے کھنڈر میں داخل ہوتے وقت اپنی وسل بھی بجادی۔

''ٹھہر جاؤ،ورنہ گولی مار دوں گا۔'' خان نے کھنڈر کے پچھلے حصے سے باہر نکل کر بھاگنے والے کی طرف پستول کا رخ کر کے کہا۔وہ ٹھٹک کر رک گیا۔اٹیچی کیس اس کے ہاتھ میں تھا۔اس نے جب پلٹ کر خان کو اور اس کے ہاتھ میں پستول دیکھا تو خوفزدہ نظر آنے لگا۔ وہ کوئی بوڑھا سا مگر تندرست آدمی تھا۔لباس سے کوئی مضافاتی ہی معلوم ہوتا تھا۔

''تو تم لینے آئے تھے یہ روپے۔اور وہ کہاں ہے؟'' خان کا کہجہ کرخت تھا۔اسی وقت اسے دوڑتے قدموں کی چاپ سنائی دی اور پیچھے سے ڈی سی پی بھی آپہنچا۔ایک سب انسپکٹر اور دو سپاہی دائیں بائیں سمت سے بھاگے چلے آرہے تھے۔

''مم...میں بے قصور ہوں، صاحب۔میرا کوئی قصور نہیں۔ میں تو بہت غریب آدمی ہوں۔'' وہ گھگھیانے لگا۔مگر اس کی بات سننے کی بجائے خان کے کان کسی آواز پر کھڑے ہو گئے۔یہ کسی کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز تھی۔

''اسے سنبھالو ذرا۔'' خان نے اس آدمی کو سب انسپکٹر کی طرف دھکیلا اور خود مندر کے پچھلے حصے سے نکل کر پہاڑی کے پچھلے ڈھلوان کی طرف دوڑا۔اس کے قدم اچانک رک گئے، جب اس نے اس پار نیچے غیر مستعمل نیم پختہ سڑک پر ایک کار دوڑتے دیکھی۔یہ ایک لمبی کتھئی رنگ کی قیصر تھی۔خان نے اس پر فائر کر دیا۔اور اسے ایسا کرتے دیکھ کر ڈی سی پی بھی پیچھے نہ رہا۔مگر کار ان کے نشانے کی حد سے باہر ہو چکی تھی۔وہ بے تحاشا دوڑ کر پشت کی طرف پہاڑی سے اترنے لگے۔ایک کانسٹیبل اسی جوش میں ان سے آگے نکل گیا تھا کہ اچانک ایک دھماکا ہوا اور اس کانسٹیبل کے قریب کے ہی پتھر چٹک کر اڑنے لگے۔وہ چیختا ہوا لڑھک کر پشت کی طرف چلا گیا۔

پھر دو تین دھماکے اور ہوئے اور ان کے قدم رک گئے۔پہاڑی کے نشیبی حصے میں لگی ہوئی سرنگیں پھٹ رہی تھیں۔

پہاڑی سے انھیں صرف اسی اجنبی کو حرست میں لے کر اترنا پڑا۔خان نے اپنی کار میں بیٹھتے ہی وائرلیس کا سوئچ آن کر دیا۔اس میں ہوا کے شور کی آواز سنائی دینے لگی۔

''ہیلو، سارجنت بالے، خان کالنگ۔'' خان نے ماؤتھ پیس اٹھا کر کہا۔کچھ دیر بعد بھرا ہٹ کے ساتھ اسے بالے کی آواز سنائی دی۔

''اٹنڈنگ سر، ایک کار جو اس پہاڑی کی طرف سے آتی دکھائی دی تھی۔اب ڈانڈا کے علاقے سے مضافاتی مین روڈ کی طرف گھوم رہی ہے...اوہ، یس...وہ مین روڈ پر جا رہی ہے۔''

''نمبر؟''

''نمبر... صاف نظر نہیں آ رہا ہے... انیل، پھر سے غوطہ دو طیارے کو۔'' وہ کسی اور سے بولا۔ اتنی دیر میں خان اپنی کار اسٹارٹ کر چکا تھا۔ ڈی سی پی اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اور اس قیدی کو لے کر باقی لوگ کار کی پچھلی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔ خان کی کار اب واپس مین روڈ کی طرف جا رہی تھی۔

''کہاں سے بول رہا ہے؟''

''ہوائی اڈے کے ایک ٹریننگ ڈکوٹے پر اپنے ایک پائلیٹ دوست کے ساتھ اسی علاقے پر پرواز کر رہا ہے... وہ دیکھیے... وہ دور جو طیارہ غوطہ لے رہا ہے۔'' خان نے کھڑکی سے باہر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ڈی سی پی نے صرف سر ہلایا۔

کچھ دیر بعد ہی وائرلیس پر پھر بالے کی آواز سنائی دی۔

''اس کی کار سڑک پر ہی ایک جگہ ٹھہر گئی ہے۔''

''او کے او کے۔'' خان نے کار کی رفتار اور تیز کر دی۔

مگر ابھی وہ بمشکل دو میل ہی چلے تھے کہ خان کو اپنی کار کو بریک لگانا پڑا۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت سے چونک پڑے کہ وہی کار ڈانڈا کے علاقے کے پولیس اسٹیشن کے سامنے کھڑی تھی۔

خان نے اپنی کار روک دی۔ وہ سب گاڑی سے اتر گئے اور خان تیزی سے پولیس اسٹیشن میں داخل ہو گیا۔ کانسٹیبلوں نے اسے دیکھا تو گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ اور سلام کرنے لگے۔ اندر آفس میں بیٹھا ہوا انسپکٹر اسے اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اور اٹینشن ہو کر سلام کرنے لگا۔ مگر خان نے اس کی طرف دیکھنے کی بجائے اس خوش پوش اور خوبصورت سے آدمی کو گھورا جو کشمشی رنگ کا ایک قیمتی سوٹ پہنے انسپکٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔

''یہ ایک رپورٹ لکھانے آئے ہیں، سر۔ رامیشوری کی پہاڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے کچھ مسلح بدمعاشوں نے ان کی کار پر فائرنگ کی تھی۔'' انسپکٹر نے اس آدمی کی

طرف اشارہ کر کے کہا۔

''کیا آپ نے انھیں اچھی طرح دیکھا تھا، مسٹر؟'' خان نے اس آدمی سے سوال کیا۔

''میں گھبرا گیا تھا، اس لیے اپنی کار جس قدر تیز دوڑا سکا، دوڑا کر بھاگا۔ میں نے تو پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔'' اتنے میں ڈی سی پی بھی اندر آ گیا اور انسپکٹر کا چہرہ اور پریشان نظر آنے لگا۔ وہ اتنے بڑے بڑے افسروں کی اس غیر متوقع اور اچانک آمد پر گھبرا گیا تھا کہ نہ جانے کیا بات ہے۔ وہ پہلے تو کبھی اس طرح نہ آتے تھے۔ باہر بھی کانسٹیبل اور دوسرے چھوٹے افسر اسی بارے میں چہ مگوئیاں کر رہے تھے۔

''آپ وہاں کیا کر رہے تھے؟'' خان نے اس آدمی سے پوچھا۔

''میں شام کے وقت تفریح کے لیے اکثر اس سونے راستے سے بیچ (ساحل) کی طرف جایا کرتا ہوں اور آج جب واپس پلٹ رہا تھا یہ واقعہ پیش آیا۔''

''اوہ، اچھا ٹھہریے۔'' یہ کہہ کر خان نے دروازے سے باہر جھانک کر سب انسپکٹر کو آواز دی۔

''مسٹر سانے، اس آدمی کو یہاں لایے۔''

''او کے، سر۔'' باہر سے آواز آئی اور پھر فوراً ہی سب انسپکٹر سانے اس آدمی کو، جسے پہاڑی سے انھوں نے گرفتار کیا تھا، لیے اندر پہنچا۔ وہ آدمی اس وقت کافی پرسکون نظر آ رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی پہلی نظر اس اجنبی پر ڈالی، خان دونوں کے چہروں کا بغور جائزہ لینے لگا۔ اس نے دیکھا رپورٹ لکھوانے والے اجنبی کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں پیدا ہوئے، البتہ گرفتار شدہ آدمی خفیف چونکا ضرور تھا، مگر بڑی چالاکی سے اپنی کیفیت پر قابو پا گیا۔ ڈی سی پی اجنبی کو بغور دیکھ رہا تھا۔

''اسے تو آپ پہنچانتے ہوں گے؟'' خان نے چبھتے ہوئے الفاظ میں اس اجنبی

سے سوال کیا۔

''کون...؟ یہ...؟'' یہ کہہ کر وہ بڑی معصومیت سے گرفتار شدہ آدمی کی طرف دیکھنے لگا اور پھر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''نہیں، میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا، مگر کیوں؟'' خان اسے جواب دینے کی بجائے قیدی کی طرف پلٹ پڑا۔

''کیوں...؟ تم تو کہہ رہے تھے کہ ان ہی صاحب نے تمہیں اندر سے اٹیچی کیس اٹھا کر لانے کو بھیجا تھا۔'' خان نے اسے گھور کر پوچھا۔

''نہیں نہیں، یہ جھوٹ ہے... یہ جھوٹ ہے۔'' وہ آدمی بھرا کر چیخ اٹھا۔ ''میں تو خود آپ لوگوں کو چور سمجھا تھا۔'' اس کے اس عجیب و غریب جواب نے انھیں چونکا دیا۔ وہ ان کے منہ پر انھیں مشتبہ قرار دے رہا تھا۔ اجنبی کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر غائب ہو گئی۔

''شٹ اپ۔'' خان نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ ''تم پولیس کو بیوقوف سمجھتے ہو۔'' وہ غضبناک لہجے میں بولا۔ ''اپنی بچت کے لیے پہلے تو ایک شریف آدمی پر الزام لگایا اور اب اس کے سامنے لائے گئے تو بیان بدل دیا۔''

''میں نے کوئی بیان نہیں دیا۔'' قیدی طمانچہ کھا کر بھی ڈھٹائی سے بولا۔

''لے جاؤ اسے۔'' خان نے سانے کو اشارہ کیا اور وہ بازو سے تھام کر قیدی کو باہر لے گیا۔

''ہمیں افسوس ہے، مسٹر...'' خان کہتے کہتے اس طرح رک گیا، جیسے اس کا نام معلوم کرنا چاہ رہا ہو۔

''مہر لیش... مہر لیش ڈیسائی۔'' اس نے خود اپنا تعارف کرا دیا۔

''ڈیسائی صاحب، ہمیں افسوس ہے کہ ایک غلط فہمی کی بنا پر ہم نے ہی آپ کی کار پر

فائرنگ کردی تھی۔ہم اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔''خان بولا۔

''خوب،اور اگر ایک آدھ گولی میری جان لے لیتی تو آپ کس سے معذرت کرتے؟''وہ نا خوشگوار انداز میں پوچھنے لگا۔

''پولیس سمجھ بوجھ کر فائرنگ کیا کرتی ہے،البتہ آپ کی کار کو اگر کوئی نقصان پہنچا ہو تو اس کا ازالہ کردیا جائے۔''خان ہی بولا۔اور مہریش مسکرا دیا۔

''اس کی ضرورت نہیں،لیکن آپ لوگوں کو احتیاط رکھنی چاہیے۔''یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''آئندہ احتیاط۔''خان نے ہنس کر جواب دیا۔

اس کے جاتے ہی خان انسپکٹر کے رجسٹر پر جھک گیا۔وہ اس آدمی کا نام اور پتا اپنی نوٹ بک میں لکھ رہا تھا۔

''یہ سب کیا گڑ بڑ ہوگئی،خان صاحب؟''ڈی سی پی رومال سے پسینہ پونچھتے ہوئے بولا۔

''کیا اب بھی آپ کو یقین نہیں آیا کہ ہمارا سابقہ اس بار بہت چالاک لوگوں سے پڑا ہے۔ایسے لوگ جو قانون کی بعض کمزوریوں سے ہر طرح فائدہ اٹھانا جانتے ہیں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔معاملات بہت الجھ گئے ہیں اور پولیس کی پوزیشن اس وقت مسخروں جیسی ہوگئی ہے۔''ڈی سی پی کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

''میرے ۴۸ گھنٹے ابھی پورے نہیں ہوئے ہیں،جناب۔اگر میں ناکام رہا تو میں استعفا دے دوں گا۔''خان کے لہجے میں احتجاج تھا۔ڈی سی پی کچھ نہ بولا۔وہ خاموشی سے آفس سے باہر نکل آیا۔باہر سانے قیدی کو لیے موجود تھا۔ڈی سی پی اسے دیکھ کر رک گیا۔

''دیکھو،ہم تمہیں شاہی گواہ بنا کر معافی دلوادیں گے،بشرطیکہ اب بھی تم سچ سچ بتا دو۔''ڈی سی پی نے اسے نرم لہجے میں اس سے کہا۔مگر اس آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا۔خان

Akram Allahabadi

کو اس وقت اس پر غصہ آ گیا۔

''یہ یوں نہیں بتائے گا۔'' اس نے یہ کہہ کر اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔ وہ کراہ اٹھا۔ ''یہ... یہ کہاں کا انصاف ہے، صاحب۔'' اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ ''ایک تو آپ نے ہی مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور خود یہ ظلم کر رہے ہیں۔'' وہ بولا۔ اس کے الفاظ پر ڈی سی پی بری طرح چونک پڑا اور خان کو گھورنے لگا۔ اور خان کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ خود بھی قیدی کے ان الفاظ پر سناٹے میں آ گیا۔

''کیا مطلب؟'' ڈی سی پی نے آگے بڑھ کر اس سے سوال کیا۔

''جی ہاں، ان ہی نے کہا تھا کہ تم تھوڑی ایکٹنگ کر دینا، تمہیں بعد میں چھوڑ دوں گا۔ انھوں نے مجھے اس کے لیے سو روپے بھی دیے تھے اور اب خود مجھے جیل بھیجنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' وہ آدمی بڑی ڈھٹائی سے خان کو گھورتے ہوئے بتانے لگا۔ اگر خان کی پوزیشن اس وقت واقعی نازک نہ ہوتی تو وہ ابھی اس کے فرشتوں کے مزاج بھی درست کر دیتا، مگر ڈی سی پی سامنے موجود تھا اور پہلے ہی وہ شوکت کی وجہ سے خان پر شبے کا اظہار کر چکا تھا۔ ایسے ڈھیٹ اور چالاک لوگوں سے یہ پہلا ہی سابقہ تھا۔ ایسے لوگ جو خود صاف بچ کر پولیس آفیسرز کو ہی پھنسا دیں۔ ڈی سی پی نے جب اس کی طرف بداعتمادی سے دیکھا، تو اسے ایک دھچکا سا لگا۔ ڈی سی پی کی نظریں خاموش سوال کر رہی تھیں۔

''میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ بڑا چالاک گروہ ہے...'' خان نے اس سے کہنا چاہا۔

''بار بار ان الفاظ کو دہرا کر آپ اپنی پوزیشن صاف نہیں کر سکتے۔'' ڈی سی پی کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔ ''کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ سچ کہہ رہا ہو؟''

''آپ کا جی چاہے تو ۴۰ گھنٹوں کے بعد آپ مجھے پھانسی پر چڑھوا دیجیے گا۔'' خان چڑے ہوئے انداز میں بولا۔

Akram Allahabadi

''مسٹر سانے، اسے ہیڈ کوارٹرز لے جایئے، میں ان جعلسازوں کو ایسا سبق دوں گا کہ ان کی سات پشتیں یاد کریں گی۔'' خان پیر ٹیک کر بولا۔ ''اور قید میں کوئی بھی اس سے ملنے نہ پائے، خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔''

''ویری ویل، سر۔'' سانے نے اٹینشن ہو کر کہا۔

ڈی سی پی کچھ نہ بولا۔

''کیا میں جا سکتا ہوں؟ میرا مطلب ہے آپ کی کار منگوا دی جائے، یا میرے ساتھ تشریف لے چلیں گے؟''

''نہیں، میں اپنی کار منگوا لیتا ہوں، آپ جا سکتے ہیں۔'' ڈی سی پی نے سادہ لہجے میں کہا۔ خان نے محسوس کیا کہ وہ خوش نہیں ہے، لیکن بدگمانی کچھ کم ہو چکی ہے۔ وہ سیڑھیاں اتر آیا اور اپنی کار میں بیٹھ کر چل دیا۔ راستے میں اس نے وائرلیس پر بالے کو کال کیا، مگر جواب نہ ملنے پر وہ سمجھ گیا کہ وہ بھی جا چکا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

اندھیرے میں تیر

''دیکھ لیا آپ نے بڑی دیانتداری سے فرائض منصبی ادا کرنے کا انجام؟'' بالے نے جلے ہوئے لہجے میں خان سے کہا۔ وہ ابھی ابھی گھر لوٹے تھے اور ان کے چہروں سے تھکن کے آثار نمایاں تھے۔

''اصل میں قیدی کی غلط بیانی نے ڈی سی پی کو ہماری طرف سے زبردستی بدگمان کر دیا ہے۔'' خان نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ ''اور صورتِ حال ایسی ہے کہ ہم اس پر زیادہ سختی بھی نہیں کر سکتے۔''

''خوب، یانی سالہا سال کی شاندار خدمات بیک جنبش نظر ختم کر دی جائیں، اور آپ اسے محض بدگمانی کہہ کر برداشت کر لیں۔''

''سچ کیا ہے یہ تو ظاہر ہو کر ہی رہے گا اور صرف اسی وقت ہم سوچ سکتے ہیں کہ ہمیں اس ناقدری کا جواب کیا دینا چاہیے۔ سردست تو ہم پر جو شبہ کیا جا رہا ہے اسے غلط ثابت کرنا ہمارا فرض ہے۔''

''اور خدا کے فضل سے اس مرتبہ مقابلہ بھی ایسے استادوں سے ہے جو ابھی تک تو ہمیں علی الاعلان تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں۔ کیا آپ اب بھی اسے ماسٹر برین تسلیم نہیں کریں گے؟''

''بالے صاحب، میں زیادہ سے زیادہ ۴۸ گھنٹے میں ان سب کو اپنی سلاخوں کے پیچھے ڈلوا دوں گا۔ وہ اپنی ہوشیاری کے زعم میں حد سے گزر چکے ہیں۔''

''لیکن ابھی تک تو آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا وہ نامعلوم باس 'ماسٹر برین' کون ہے، جو قانون کے دائرے میں ہی اندھیر مچائے ہوئے ہے۔''

Akram Allahabadi

''میرا خیال ہے کہ میں اسے دیکھ چکا ہوں اور اب بہت جلد دو دو ہاتھ ہو جائیں گے۔''

''تو پھر آپ شکست پر شکست کیوں قبول کرتے جا رہے ہیں؟'' بالے نے خان سے پوچھا۔

''کبھی کبھی حریف کو شکست دینے کے لیے مصلحتاً پیچھے بھی ہٹنا پڑتا ہے۔''

''تو اس بار آپ فوجی اصولوں سے لڑ رہے ہیں گویا؟''

''دیکھتے جاؤ، بیٹے، کچھ نہ کچھ تو ہو کر رہے گا۔''

''مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ یہ سب کچھ خاموشی سے سہہ گئے ہوں گے۔''

''میں خاموش بیٹھنے کا عادی نہیں ہوں۔''

''شوکت کا برا حال ہے، کہہ رہا تھا کہ میری ساری دولت چلی جائے، مگر مجھے پھانسی سے بچا لیجیے۔''

''یہ کس گدھے نے اس سے کہہ دیا ہے کہ اسے پھانسی بھی ہو سکتی ہے؟''

''اسے شدت سے یہی وہم ہو رہا، وہ خود کو ویرا کی موت کا ذمے دار سمجھ رہا ہے۔''

''بالے صاحب، ہمیں ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر ویرا کو تلاش کرنا پڑے گا۔ میں نے ڈی سی پی سے صرف ۴۸ گھنٹوں کی مہلت لی ہے۔''

''ویرا کو تلاش کرنا پڑے گا؟'' بالے نے حیرت سے دہرایا۔ ''مگر اب تک تو اس کا حساب کتاب بھی ہو چکا ہوگا۔''

''گدھے ہو پورے۔''

''بہتر ہے، قبرستان کا پتا بتایے، تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''تم کیا سمجھ رہے ہو کہ واقعی اس نے خودکشی کر لی ہے؟''

''تو کیا عارضی طور پر کی ہے؟''

Akram Allahabadi

''نہیں، بیٹے، وہ زندہ ہے۔''

''اور وہ جو لاش ملی تھی؟''

''وہ کسی اور لڑکی کی تھی۔''

''یہ انکشاف آپ نے اس وقت تو نہیں کیا؟''

''اگر اس وقت انکشاف کر دیتا تو سارے معاملات وہیں سے گول ہو جاتے اور مجھے اس، شاطروں کے نامعلوم باس کی شخصیت کا علم نہ ہوتا۔''

''کچھ بھی سہی، مگر ماسٹر برین ہے ضرور۔ کتنی چالاکی سے اپنے کام کرتا جا رہا ہے۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ رتن چند خود اس کا آلہ کار تھا تو؟''

''یعنی...؟ مگر وہ تو خود ایک باصفات آدمی تھا۔''

''وہ کچھ بھی نہ تھا، کلکتے کا ایک چھٹا ہوا بدمعاش تھا، جو جعلسازیاں کیا کرتا تھا۔ اس نے خود کو ایک لکھ پتی پناہ گزین ظاہر کر کے فراڈ کیا تھا جس کے عوض اسے وہ کوٹھی اور سلک مل مل گیا تھا، لیکن اس کی آڑ میں اس کا باس اس کے ذریعے اس مل اور اس کوٹھی کی حیثیت پر مختلف پارٹیوں سے قرضے وصول کرتا رہا ہے۔ اس کوٹھی کے متعلق فالکن سے افواہیں پھیلوا کر اور اسے پراسرار اور اہم بنا کر۔ دراصل اس نے ایک تیر سے دو شکار کرنے چاہے تھے۔ ایک تو کسی بیوقوف قسم کے لالچی دولت مند کو اس بیس لاکھ کی لالچ میں کاٹ دینا جس کی پبلسٹی رتن چند پر قرضخواہوں کے کیسز سے ہو چکی تھی اور دوسرے رتن چند سے پاگل پن کا اسٹنٹ کھلوا کر قرض کی تمام رقم ہضم کر جانا۔

''اس کوٹھی کو کسی بھی قیمت پر خریدنے کی خاطر کسی بیوقوف قسم کے دولتمند کی تلاش میں فالکن جب اس کوٹھی کو اہم اور پراسرار بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بات ایک ایسے ہی آدمی سے جسے فالکن نے اس سلسلے میں پھانسنا چاہا تھا مجھ تک پہنچ گئی اور میں نے شوکت پر ڈرامہ ترتیب دیا۔ مگر کسی اور طرح شاید اس ماسٹر برین کو یہ شک ہو گیا تھا کہ بات زیادہ پھیل گئی

ہے، اور اگر پولیس تک پہنچ گئی تو وہ کہیں رتن چند سے کچھ قبلوا نہ لے، اس لیے اس نے رشوتوں کے ذریعے رتن چند کو پاگل خانے سے فرار کرانے کے بعد اس کوٹھی میں بلا کر اس طرح ختم کر دیا کہ کیس ایک پاگل آدمی کی خودکشی کا بن جائے۔''

''آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟''

''میں نے سرکاری طور پر کراچی پولیس سے رتن چند کی تصویر بھیج کر اس کا ریکارڈ ٹریس کرایا تھا، مگر معلوم ہوا کہ وہاں نہ کوئی ایسا آدمی کبھی تھا اور نہ ہی کسی نے کوئی ایسی جائداد پیچھے چھوڑی تھی۔ اس دوران میں کلکتہ پولیس کے ایک آفیسر سے میری ملاقات ہو گئی، جو یہاں ایک کیس میں گواہی دینے آیا تھا۔ میں نے اسے جب رتن چند کی تصویر دکھائی تو اس نے اسے پہچان لیا۔ اس نے بتایا کہ یہ کلکتے کا ایک خطرناک جعلساز تھا، جو پچھلے کئی سالوں سے لاپتا ہو گیا تھا۔ اس کا اصل نام چندر کانت تھا۔ بس اسی بات نے مجھے اس کیس میں پوری طرح دلچسپی لینے پر مجبور کیا۔''

''آخر کس طرح آپ پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ لاش ویرا کی نہیں ہے؟''

''فالکن اور ویرا دونوں میری نظر میں تھے اور ایک بار میں نے اس لڑکی کو قریب سے بھی دیکھا تھا۔ میں نے صرف اس کے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں سے ہی یہ جان لیا تھا کہ لاش اس کی نہیں ہے۔ ویرا کے ناخن لمبے اور بیضوی شکل کے تھے اور لاش کے ایک سلامت رہ جانے والے ہاتھ کی انگلیوں پر میں نے جو ناخن دیکھے تھے، ان پر اول تو سرخ پالش ہی لگی تھی، دوسرے وہ چپٹے اور پھیلے ہوئے تھے۔''

''میں نے اس پر کبھی غور نہیں کیا۔''

''ہر مخصوص شخصیت کا پوری طرح جائزہ لینا چاہیے۔''

''کس کا زائچہ لینا چاہیے؟''

''بکو نہیں، مجھے بے غیرتی کی ہنسی پسند نہیں ہے۔''

بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ غلام رسول نے فون کی اطلاع دی۔ خان اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ فون پر رؤف بول رہا تھا۔

''تم کہاں گئے تھے اتنے گھنٹوں سے؟'' خان نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''میں بدلے ہوئے بھیس میں ان کا پیچھا کر رہا ہوں۔''

''کہاں ہیں وہ لوگ اس وقت؟''

''ڈانڈا بیچ پر ایک ادھ کچے مکان میں، جو ساحل پر ہی واقع ہے۔''

''کیا رپورٹ ہے؟''

''آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش میں ہیں، لیکن اس وقت انھیں کسی کا انتظار ہے۔''

''تم وہیں ٹھہرو، میں بالے کو بھیج رہا ہوں۔'' خان نے کہا۔

''بہتر ہے۔''

فون کا سلسلہ منقطع کر لے خان لوٹ آیا۔ بالے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''بالے، تم اسی وقت ڈانڈا بیچ چلے جاؤ، وہاں رؤف تمھیں کسی ساحلی ادھ کچے مکان کے نزدیک ملے گا۔''

''مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''بس ڈائرکٹ ایکشن۔''

''میں نہیں سمجھا؟''

''تو سنو۔'' یہ کہہ کر اس نے اس کے کان میں کچھ کہا اور اس کی پیٹھ تھپتھپا کر اسے دروازے کی طرف دھکیل دیا۔ بالے کے جانے کے بعد وہ فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس نے ڈائل گھما کر رسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے اسے انسپکٹر شاہ کی

Akram Allahabadi

آواز سنائی دی۔

''لائن کاٹ دی اس کی؟'' خان نے پوچھا۔

''یس، سر۔'' شاہ کا جواب ملا اور خان نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

اقرار نامے

یہ وہی ساحلی جھونپڑا نما مکان تھا، جہاں ویرا شوکت کو پچھلی بار لائی تھی اور جسے اس نے اپنی سہیلی کا مکان بتایا تھا۔ یہ دراصل ایک طرح سے عیاشی کا خفیہ اڈا تھا جس سے ایسے خاص خاص لوگ ہی واقف تھے جو یہاں آیا کرتے تھے، لیکن اس علاقے میں شام کے اوقات کے بعد سناٹا رہتا۔ شام کے اوقات میں بھی ساحلِ سمندر کی سیر کرنے آنے والے لوگ اس طرف نہیں آیا کرتے تھے، کیونکہ درمیان میں ایک یوروپین کے بنگلے کا احاطہ ساحل تک پہنچ گیا تھا۔ پچھلی سمت وہ تنگ سڑک تھی جس سے ہو کر گاڑیاں ادھر سے گزرا کرتی تھیں۔ فالکن اور اس کے ساتھی اس وقت دم سادھے ایک میز کے گرد بیٹھے تھے۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبے تھے اور ان میں سے کوئی مطمئن نہیں نظر آ رہا تھا۔ ان کی نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں، جیسے وہ بڑی بے چینی سے کسی کے منتظر ہوں۔ ان کے درمیان ویرا نہیں تھی، لیکن فالکن کے اس روز والے اسسٹنٹ کے علاوہ یہاں ایک نیا آدمی موجود تھا، جس کا چہرہ کسی جلاد کی طرح خوفناک اور سیاہ تھا۔ وہ کوئی مدراسی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے داہنے گال پر ایک لمبا سا زخم کا نشان بھی تھا، لیکن کپڑے اس نے بھی قیمتی پہن رکھے تھے۔

''وقت ہو چکا ہے اور باس کا ابھی تک پتا نہیں ہے۔'' فالکن اٹھ کر بیقراری سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔

''وہ ماسٹر برین ہے اور اس کے کام بھی ہماری سمجھ سے باہر ہوتے ہیں۔ یہ اسی کا دم ہے کہ ہمیں آج تک قانون سے بچا رکھا ہے۔'' امرناتھ نے کہا۔

''لیکن پھر ہمیں یہ شہر چھوڑ دینے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟'' اس خوفناک سی شکل کے آدمی نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''اس نے ضرور خطرے کی بو سونگھ لی ہوگی۔ تمہیں شاید معلوم نہیں کہ یہاں کا سب سے خطرناک سراغرساں افسر ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔'' فالکن نے اسے جواب دیا۔

''تو کیا ماسٹر برین اس سے ڈر گیا ہے؟'' اس بار اس آدمی کا لہجہ کسی قدر تحیر آمیز تھا۔

''نہیں، وہ دنیا کا بہترین عقلمند ہے، وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ آج دس سال سے اس نے قانون کو اپاہج بنا کر اپنا چکر چلا رکھا ہے۔ اس کا ہر حکم مصلحت آمیز ہوتا ہے اور ہمیں اس میں اب اسباب تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔'' اب کی بار رامرتھ نے جواب دیا۔

''میں کچھ نہیں جانتا، مجھے اس شہر کو چھوڑنے سے قبل میری محنت کا صلہ چاہیے۔'' اس خوفناک سی شکل کے آدمی نے سر کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

''وہ اپنے آدمیوں سے کبھی ناانصافی نہیں کرتا۔ ویسے اگر وہ نہ بھی دے تو ہم میں سے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ ہر طرح محفوظ ہے۔'' فالکن کا لہجہ تنبیہ لیے ہوئے تھا۔ اس پر وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ مگر ٹھیک اسی وقت دروازہ زور سے کھلا اور وہ ایک پولیس آفیسر کو چار ماتحتوں سمیت اندر داخل ہوتے ہوئے چونک پڑے۔ وہ سارجنٹ بالے تھا۔

''کوئی بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔ میں تم میں سے صرف رتن چند کے قاتل کو گرفتار کروں گا۔''

یہ کہتے ہوئے جب اس نے ایک گہری نظر ان پر باری باری ڈالی تو وہ یہ اندازہ لگائے بغیر نہ رہا کہ ان کے چہرے اس قسم کے خوف و دہشت کے تاثرات سے عاری ہیں، جو دھر لیے جانے پر کسی قاتل کی صورت پر پیدا ہوئے جائیں، مگر اس خونخوار آدمی پر اس کی نظر رک گئی۔ اس نے اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک دیکھی، جیسے کوئی عقاب اپنے شکار پر جھپٹ پڑنے کے لیے پر تول رہا ہو، مگر دانستہ بالے نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور ٹھیک اسی وقت اس آدمی نے بالے پر حملہ کر دیا، مگر وہ غافل نہ تھا۔ دوسرے لمحے وہ حملہ آور زمین پر تھا، لیکن اس کے جھٹکے سے بالے کے ہاتھ سے پستول ضرور نکل گیا تھا۔ باقی پولیس مین غیر مسلح

تھے۔یہ دیکھ کر وہ چاروں ان پر ٹوٹ پڑے۔پولیس والے بھی کچھ موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔ مگر لڑائی زیادہ آگے نہ بڑھی، کیونکہ بالے نے پھر اپنے پستول پر قبضہ کر لیا تھا۔ فالکن کے دوسرے ساتھی شاید ہتھیار نہیں رکھتے تھے،ان کا بزنس تو بہر حال اپنے ماسٹر برین کے اشاروں پر شاندار قسم کے فریب کرتے رہنا تھا۔وہ بھی جن کا قانون سے واسطہ نہ ہو۔بالے نے یہ کہہ کر کانسٹیبلوں کو اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر ان کے ہتھکڑیاں لگائیں،لیکن ابھی وہ بڑھنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک آواز نے انھیں چونکا دیا۔

''خبردار جو کوئی اپنی جگہ سے ہلا، میں اس کے بھیجے میں سوراخ کر دوں گا۔''پولیس والے ٹھٹک کر رک گئے۔

''پستول پھینک دو، سارجنٹ۔تم نے ماسٹر برین کو کوئی گھسیارہ سمجھا تھا کیا جو اس کے آدمیوں کو گرفتار کرنے چلے آئے تھے۔''دروازے سے داخل ہوتے ہوئے ایک اچھے ڈیل ڈول والے آدمی نے اپنی کڑکتی آواز میں کہا۔وہ ایک شاندار سوٹ پہنے ہوئے تھا،مگر اس کا چہرہ ایک سفید باریک کپڑے سے پورا ڈھکا ہوا تھا۔اس کے ایک ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس تھا۔

''ماسٹر برین۔'' فالکن اور اس کے ساتھیوں کے منہ سے نکلا۔ان کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

''باس،اجازت دیجیے تو میں ان سالوں کے چیتھڑے اڑا دوں۔''وہ خطرناک شکل کا آدمی دانت پیستے ہوئے بالے اور اس کے آدمیوں کو دیکھ کر آنے والے سے بولا۔

''نہیں، میں اپنے معاملات سے خود نپٹتا ہوں۔''نووارد نے جواب دیا۔اس کی آواز بالکل اسی طرح کھنک رہی تھی، جیسے فون پر خان کو سنائی دی تھی۔

''میں بلا وجہ خون بہانا پسند نہیں کرتا۔ان لوگوں کو سامنے والے کمرے میں بند کر دو۔''ماسٹر برین نے بالے کے پستول کا اٹھا کر جیب میں ڈالتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

''چل، بے سالو۔''وہ خوفناک شکل کا آدمی بالے کو بازو سے دھکیلتے ہوئے بولا۔

Akram Allahabadi

''بڑے دلیر بن رہے ہو، جانِ من، لیکن پولیس تمہیں چھوڑنے والی نہیں۔ یہ تمہارا باس بھی آئے گا چھری تلے۔'' بالے نے رک کر اس سے کہا اور وہ اور غضبناک ہو گیا۔

''اوہ، چلو بے۔ میرا باس تم جیسے دس ہزار کو کٹھ پتلی کا ناچ نچا سکتا ہے۔'' وہ انھیں اس کمرے میں یکے بعد دیگرے دھکیلتے ہوئے بولا۔

''اب یہ اس وقت کھولے جائیں گے، جب تم لوگ اس شہر سے دور جا چکے ہو گے۔'' ماسٹر برین نے ایک پیر ایک کرسی پر رکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''ہم بس آپ کے حکم کے انتظار میں تھے۔'' فالکن جلدی سے بول پڑا۔

''میرے حکم کا یا اپنے معاوضوں کا؟'' ماسٹر برین نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ جس پر فالکن سر جھکا کر دبے لہجے میں کہنے لگا۔

''سچی بات تو یہی ہے، باس۔''

''میں سمجھتا ہوں۔'' ماسٹر برین مسکرائے۔ ''اور میں خود بھی تمہیں دوسرے شہروں میں بھکاریوں کی طرح نہیں بھیجنا چاہتا۔ تمہارا حساب اس سوٹ کیس میں موجود ہے، لیکن اس سے پہلے میں تم لوگوں سے ایک چیز اور چاہتا ہوں۔''

''حکم فرمایے، باس۔'' وہ چاروں ایک زبان ہو کر بولے۔

''تم میں سے ہر ایک نے جو کچھ کام میرے لیے کیا ہے، وہ ایک اقرار نامے کی صورت میں مجھے لکھ کر دے دے، تاکہ مجھ سے دور جا کر تم میں سے کسی کی یہ جرأت نہ ہو کہ وہ اپنی زبان کھول سکے۔'' اس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

''مگر، باس...'' فالکن نے کہنا چاہا۔

''میں احتیاطی اقدامات سے کبھی نہیں چوکتا۔ تمہیں اگر اپنے حصے چاہییں تو لکھ کر دو، ورنہ میں تمہارا ذمے دار نہیں رہوں گا۔'' اس کے ان الفاظ نے ان سب کو خوفزدہ کر دیا۔

''آپ کے حکم سے سرتابی کی جرأت کون کر سکتا ہے، باس، مگر یہ تو ہماری موت کے

وارنٹ ہوں گے۔'' امرناتھ نے ہمت کر کے دل کی بات کہہ ڈالی۔

''تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟'' ماسٹر برین کا لہجہ اچانک خوفناک ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ ''مجھ پر؟'' وہ اپنی طرف انگلی سے اشارہ کر کے بولا۔ ''جس نے قدم قدم پر تمہیں خطروں سے بچایا ہے، جس کے اشاروں پر زندگی کی بہترین نعمتوں سے مالا مال ہوتے رہے ہو۔ کون ہے تم میں جسے انکار ہے؟'' وہ گرجنے لگا۔

''کسی کو نہیں، باس۔ ہم بخوشی تیار ہیں۔'' سوائے خوفناک چہرے والے کے باقی سب نے کہا۔

''تم کیوں خاموش ہو؟'' ماسٹر برین اسے خاموش دیکھ کر ترش لہجے میں بولا۔

''باس، میں نے تو آپ کے حکم پر رتن چند کا خون کیا تھا۔ میں نے آپ کے لیے اسے پھانسی پر لٹکایا تھا اور آپ مجھ سے ہی اقرار نامہ لکھوانا چاہتے ہیں۔'' وہ احتجاجی لہجے میں بولا۔

''اوہ، تو تم ہو وہ جسے مجھ پر بھروسا نہیں رہا، حالانکہ میں جب بھی چاہتا تمہیں پھانسی دلوا سکتا تھا۔ خیر تم اپنے اطمینان قلب کے لیے اس اقرار نامے میں یہ لکھ سکتے ہو کہ تم نے رتن چند کا خون میرے حکم پر کیا تھا، بس۔'' یہ کہتے ہوئے ماسٹر برین کا لہجہ نرم ہو گیا۔

''ہاں، ایسا تو سو بار لکھ سکتا ہوں آپ کے لیے۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''یہ لو، چار کاغذوں پر علیحدہ علیحدہ اپنے اقرار نامے لکھو۔ میں تمہیں صرف دس منٹ دیتا ہوں۔ پھر مجھے بھی واپس جانا ہے اور تمہیں اپنے معاوضے لے کر اپنے سفر پر روانہ ہونا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے جیب سے چار تہ کیے ہوئے سفید کاغذ نکالے اور ان کے سامنے میز پر ڈال دیے۔

''فالکن، تمہارے پاس پین ہے، ان میں سے جس کے پاس نہ ہو اس کی مدد کرو۔'' یہ کہتا ہوا وہ اس خالی کمرے میں چلا گیا جو اس بڑے کمرے سے ملحق تھا۔ یہاں بید کی بنی ہوئی ایک آرام کرسی پڑی ہوئی تھی۔ وہ اطمینان سے اس پر نیم دراز ہو گیا۔ اس نے پستول اپنے ہاتھ

Akram Allahabadi

میں رکھا تھا اور وہیں سے بڑے کمرے کی کاروائی دیکھ رہا تھا۔اس نے دیکھا پہلے تو وہ کچھ ہچکچا تے رہے، مگر جب امرناتھ نے اپنے اقرارنامے کی ابتدا کردی تو دوسرے بھی لکھنے کے لیے بیٹھ گئے۔

یہ کام دس منٹ سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔وہ سوٹ کیس اس نے اسی بڑے کمرے میں اس طرح رکھا تھا کہ اس کی نظر کے سامنے رہے، مگر ان میں سے کسی کی جرأت نہیں ہوئی کہ اسے ہاتھ لگائے۔وہ جب باہر نکلا تو وہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے۔انھوں نے خاموشی سے اپنے کاغذات اس کی طرف بڑھادیے۔وہ ایک پیر کرسی پر ٹیک کر کھڑا ہو کر انھیں پڑھنے لگا۔ یہ ان کے اقرارنامے تھے جن میں انھوں نے وہ تمام جعلسازیاں اور جرائم مختصراً درج کردیے تھے جو وہ ماسٹر برین کے حکم پر کرتے آرہے تھے۔نیچے ان کے دستخط تھے، مگر اس خوفناک سی صورت کے آدمی نے اقرارنامے میں رتن چند کو ماسٹر برین کے حکم پر پھانسی پر لٹکانے کا تفصیلی ذکر کرنے کے باوجود نیچے اپنے دستخط نہیں کیے تھے۔وہ ڈر گیا تھا۔

''دستخط کرو۔'' ماسٹر برین نے اسے پستول کی زد میں لے کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یہ چالباری مجھ سے نہیں چلے گی۔''

اس آدمی کو نیچے دستخط کرنے پڑے، مگر ایسا کرتے وقت اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا، حالانکہ خود وہ اتنا خوفناک نظر آتا تھا کہ شریف لوگ اس کی شکل سے ہی ڈر جاتے ہوں گے۔

اس نے بھی اخیر میں کانپتے ہاتھ سے اپنا اقرارنامہ ماسٹر برین کے حوالے کردیا۔ اس نے اپنا نام 'سنکھٹ' لکھا تھا۔

''اچھا، اب سب سامنے قطار سے کھڑے ہوجاؤ۔'' ماسٹر برین نے ان کاغذات کو تہ کر کے جیب میں رکھتے ہوئے انھیں حکم دیا۔اور وہ اس امید میں کہ اب انھیں ہزاروں کی رقمیں ملنے والی ہیں، جلدی سے ایک لائن میں کھڑے ہوگئے۔

''خبردار، جو کوئی ہلا تو، میں گولی ماردوں گا۔'' ماسٹر برین یہ کہتے ہوئے ایک اور

پستول دوسری جیب سے بھی نکال لیا۔اور وہ سکتے میں آ گئے۔"

"مگر، باس..." سنکھٹ نے روندھے ہوئے گلے سے کہنا چاہا۔

"میں تمہارا باس نہیں ہوں، بیوقوف۔ یہ تو تمہاری عیاری کی موت ہے۔" یہ کہہ کر ماسٹر برین نے اپنا سفید نقاب نوچ پھینکا اور وہ حیرت و خوف سے زرد پڑ گئے۔ان کے سامنے سپرنٹنڈنٹ خان کھڑا ہوا تھا۔

پھر خان نے انھیں پستول کے نشانے میں رکھتے ہوئے ایک ہاتھ سے اس کمرے کا دروازہ بھی کھول دیا، جس میں بالے اور اس کے ساتھی بند تھے۔

"باہر آ جاؤ، بالے۔" اس نے آواز دی اور وہ سب باہر نکل پڑے۔

"یس، ماسٹر برین؟" بالے خان کے سامنے اٹینشن ہو گیا۔اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"پہلے انھیں ہتھکڑیاں پہنا دو۔" خان نے حکم دیا اور کانسٹیبلوں نے دوڑ کر اس کی تعمیل کی۔فالکن اور اس کے ساتھیوں نے کوئی تعرض نہ کیا۔ان کے سر لٹک گئے تھے اور سب سے برا حال سنکھٹ کا تھا۔

"اس دیہاتی لڑکی کو ویرا کا لباس پہنا کر کس نے ٹرین کے سامنے ڈالا تھا؟" اس نے سنکھٹ کے بال مٹھیوں میں تھام کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" سنکھٹ نے ہٹ کا لہجہ اختیار کیا۔

"خیر، میں جانتا ہوں کہ وہ بھی تم ہی تھے۔اس اقرار نامے کے علاوہ تمہارے انگوٹھے کے نشانات بھی اس کا ثبوت دیں گے۔وہ تو پہلے ہی مدراس پولیس کی طرف میرا خیال نہیں گیا تھا، ورنہ تم اتنے دن آزاد نہ گھوم سکتے۔میں نے تمہارا تمام ریکارڈ منگا لیا ہے۔"

خان کے ان الفاظ نے ایک بار سنکھٹ کو زرد کر دیا، مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

"ایک جرم ثابت ہو چکا ہے اور اب دوسرے کو چھپانا فضول ہے، کیونکہ بہر حال سزا

ایک ہی ملے گی تمہیں۔''خان نے اچانک نرم لہجہ اختیار کرلیا اور اس نے دیکھا کہ سنکھٹ سوچ میں پڑ گیا ہے۔

''وہ بھی میں نے اسی کے حکم پر کیا تھا۔''

''کس کے حکم پر؟''

''ماسٹر برین کے۔''

''کون ہے وہ؟''

''ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔اس کے احکامات یا تو فون پر ملتے ہیں، یا کسی پیغام پر کے ذریعے۔''سنکھٹ بولا۔اب وہ اپنی زبان کھول چکا تھا۔

''وہ لڑکی کہاں سے آئی تھی؟''

''مجھے ویرا نے لا کر دی تھی۔میں اسے جی بہلانے کے بہانے ریلوے لائن کے اس پار کے ایک جھونپڑے میں لے گیا تھا اور وہیں میں نے اسے بیہوش کر کے رات ہونے پر لائن پر ڈال دیا تھا۔''سنکھٹ نے بتایا۔

''سنا آپ نے، بالے صاحب۔اب یقین آیا آپ کو کہ وہ ویرا نہ تھی، بلکہ گورے بدن اور اسی جسامت کی ایک دیہاتی لڑکی تھی۔''

''اول تو اس کے پیروں کی انگلیوں میں چاندی کے ان بچھوؤں کے داغ تھے جو نکالے جا چکے تھے۔صرف دیہاتی لڑکیاں ہی انھیں پہنتی ہیں۔اس کے علاوہ شہر کے کسی علاقے سے کسی لڑکی کی گمشدگی کی نہ تو کوئی اطلاع ملی تھی، نہ لاش کا مطالبہ کسی نے کیا۔ظاہر ہے کہ دیہات کی ہوگی اور وہاں کے لوگ اسے وہیں ندی، نالے یا جنگل تک تلاش کر کے مایوس ہو گئے ہوں گے۔''خان نے بتایا۔

''مگر ویرا اسے لائی کیسے اور کہاں سے تھی؟''بالے نے پوچھا۔

''اس پر تو ویرا ہی روشنی ڈال سکے گی۔ہاں، فالکن، ویرا کہاں ہے؟''خان فالکن کی

طرف پلٹ پڑا۔

''اسی نے بلوالیا تھا اسے۔'' فالکن منہ لٹکائے ہوئے بولا۔

''کہاں؟''

''یہ ویرا نے نہیں بتایا۔''

وہ اب باہر کھڑی پولیس کی بڑی اسٹاف کار میں بیٹھ چکے تھے، جسے بالے ہی ڈرائیو کرنے لگا تھا۔

''کیا ویرا ماسٹر برین کو پہچانتی تھی؟''

''ہاں شاید۔ کیونکہ اس کے اکثر احکامات ہم تک ویرا کے ذریعے بھی پہنچتے رہے ہیں۔'' فالکن نے بتایا۔

''اور کون لاتا تھا اس کے احکامات؟''

''کانتی لال۔ وہ باس کا داہنا ہاتھ ہے۔''

''اوہ، وہی کانتی لال جس نے لچھمن داس سے ایک لاکھ کا فراڈ کیا تھا؟'' خان نے کہا، مگر جواب دینے کے بجائے فالکن چپ ہو گیا۔

راستے میں گیراج کے سامنے بالے نے اسٹاف کار روک لی۔ یہاں خان کی کار موجود تھی، شاید اس کی ہدایت کے مطابق وہ یہاں چھوڑی گئی تھی۔ خان اسٹاف کار سے اتر کر اس میں جا بیٹھا۔

''بالے، تم انھیں حوالات میں بند کرا کے مجھ سے بلا رڈپیئر کے علاقے میں منگھانیا بلڈنگ کے سامنے ملو۔'' خان نے کار سے باہر جھانک کر کہا۔

''او کے سر۔'' بالے نے یہ کہہ کر اپنی اسٹاف کار آگے بڑھا دی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ماسٹر برین

خان کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ وائرلیس رسیونگ کا انڈیکشن بلب اسپارک کرنے لگا۔ اس نے سوئچ آن کر کے ماؤتھ پیس اٹھالیا۔

''انسپکٹر شاہ کالنگ سپرنٹنڈنٹ خان...پلیز کم آن۔''

''خان ہیئر...اسپیک...اوور۔''

''سر، اس نے تین بار فون پر کسی ماسٹر برین کو کال کیا تھا۔اوور۔''

''وہ اس وقت کہاں ہے؟''

''سمجھ میں نہیں آتا کس طرح اپنے مکان سے غائب ہوگیا ہے۔نگرانی سخت تھی۔ اوور۔''

''جس نمبر پر ڈائل کر رہا تھا، اس کے نشانات پلیٹ پر آئے؟''

''یس، سر۔نمبر ۳۱۲۵۔اوور۔''

''لائن کٹ کر کے اس کے کال ریکارڈ کیے گئے ہیں نا؟''

''جی ہاں۔''

''او کے، اب آپ وہیں ٹھہریے اور جب میں فون کروں تب اس کے مکان پر چھاپا مار کر تلاشی لیجیے گا۔اوور۔'' خان نے کہا۔

''بہتر ہے۔''

خان نے سیٹ آف کر دیا اور ڈیش بورڈ کھول کر ٹیلی فون کی نئی ڈائرکٹری نکال لی۔ وہ ایک ہاتھ اسٹیرنگ سنبھالے تھا۔پھر اس نے کار کھڑی ہی کر دی اور ڈائرکٹری میں اس نمبر کو تلاش کرنے لگا۔ جب ایس نمبر ملا تو وہ چونک پڑا۔ یہ کانتی لال کا ایڈریس تھا، اس نے

Akram Allahabadi

ڈائرکٹری بند کر کے وہیں ڈال دی اور کار کی رفتار تیز کر دی۔

بلارڈ روڈ پر سنگھانیا بلڈنگ کے سامنے فٹ پاتھ پر اس نے کار روک دی اور اتر کر سنگھانیا بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔ نیچے اسے کئی کمپنیوں کے بورڈ لگے نظر آئے، مگر تیسری منزل کے چوتھے بلاک میں اسے کانتی لال کا نام نہیں دکھائی دیا، نہ وہ کوئی ایکسپورٹ امپورٹ کی فرم تھی۔ پھر بھی وہ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں جب وہ اس آفس میں داخل ہوا تو اسے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا نظر آیا۔ اس کی کنپٹی کے بال سفید تھے اور آنکھوں پر چشمہ لگائے تھا۔ خان نے جب اس سے کانتی لال کے آفس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ پہلے یہاں کانتی لال امپورٹس ایکسپورٹ کا دفتر تھا، مگر اس کی فرم کو دیوالیہ ہوئے عرصہ ہو چکا ہے۔ اب یہاں مگن بھائی ڈیسائی کا آفس ہے۔"

خان کو پہلے سے کچھ ایسی ہی توقع تھی۔ وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔ بات جو کچھ کہی گئی تھی، حقیقت ہی تھی۔ دوسرے لوگوں نے بھی یہی بتایا کہ کانتی لال کی فرم دیوالیہ ہو گئی تھی۔

وہ باہر نکل آیا، اس انتظار میں کہ بالے بھی آجائے تو کوئی پروگرام بنایا جائے۔ عمارت کے سامنے والے فٹ پاتھ پر اپنی کار سے دور ہٹ کر ایک معمولی سے سادا ہوٹل میں وہ داخل ہو گیا۔ یہاں سے فٹ پاتھ، سڑک اور سنگھانیا بلڈنگ کا دروازہ صاف نظر آتا تھا۔ خدا جانے بالے کو اتنی دیر کیوں ہو رہی تھی۔

خان ابھی جھنجلا کر کار میں بیٹھنے ہی جا رہا تھا کہ ونڈ اسکرین کے نزدیک لگے آئینے میں اسے سنگھانیا بلڈنگ کے دروازے پر ایک کار رکتی نظر آئی۔ وہ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس کار پر اسے خواہ مخواہ شبہ ہونے لگا، کیونکہ اس کی کھڑکیوں پر تاریک شیشے چڑھے تھے، مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا جب اس نے اس کار سے ایک لڑکی کو اترتے دیکھا۔ پیچھے سے وہ بالکل ویرا ہی نظر آرہی تھی۔ وہ کافی گھبرائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

اتفاق سے اسی وقت اس کار کے ڈرائیور نے ویرا کو کچھ کہا، جس پر وہ پلٹ کر دیکھنے

لگی اور خان نے اسے اچھی طرح پہچان لیا۔حالانکہ اس کے چہرے پر رنگ وروغن سے معمولی تبدیلیاں بھی کی گئی معلوم ہوتی تھیں۔وہ کار ویرا کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔ویرا اب عمارت میں داخل ہو چکی تھی۔خان نے جلدی سے کاغذ کے ایک پرزے پر کچھ لکھ کر اسے اپنی کار کی اگلی سیٹ پر چھوڑ دیا اور خود تیز قدم اٹھاتا سڑک عبور کر کے پھر اس عمارت میں داخل ہو گیا۔اس بار وہ لفٹ سے اوپر جا رہا تھا اور اس سے پہلے اس سے ویرا جا چکی تھی۔

تیسری منزل پر اسے اس دفتر کا دروازہ اس وقت باہر سے بند نظر آیا، جہاں وہ ابھی کچھ دیر پہلے کانتی لال کی فرم کے بارے میں پوچھ چکا تھا۔اس کے دروازے پر اس وقت تالا لٹکا ہوا تھا۔خان نے ادھر ادھر نظر دوڑائی، تاکہ شاید کوئی اردلی ہو تو نظر آجائے۔مگر وہاں اس وقت کوئی نہ تھا۔پھر وہ اس دروازے کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

وہ سوچ رہا تھا ایک تو اتنی سی دیر میں یہاں تالہ پڑ گیا، دوسرے ویرا نہ جانے کہاں غائب ہو گئی، مگر اسی وقت اسے اس بند کمرے سے کوئی خفیف سی آواز سنائی دی اور وہ چونک پڑا۔آواز اندر سے ہی آرہی تھی، حالانکہ باہر تالہ پڑا تھا۔اس نے دروازے سے کان لگا دیے۔اندر کسی کے بہت آہستہ لہجے میں گفتگو کرنے کی آواز آرہی تھی۔خان نے جیب سے ایک باریک نوکدار فولادی تار کا ٹکڑا نکالا اور اسے تالے میں ڈال کر گھمانے لگا۔تالہ عام تالوں کی ساخت کا ہی تھا، ذرا سی دیر میں کھل گیا۔اب اس نے دروازہ کھول کر ذرا سی دراز سے اندر جھانکا۔اس کمرے میں کوئی نہ تھا۔وہ جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔آواز اندر والے دوسرے کمرے سے آرہی تھی۔وہ اس کے پارٹیشن سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔اندر ویرا کھڑی ہوئی سانس سے کہہ رہی تھی۔

"آپ یقین کیجیے، میں وہیں سے آرہی ہوں، مجھے ڈور تھی سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے سب آدمیوں کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔"

"یہ بہت برا ہوا۔مہر لیش کہاں ہے؟" ایک بھاری مردانی آواز آئی۔یہ وہی آواز

تھی جو خان ایک بار کانوں پر سن چکا تھا۔

''میں نے اسے دوبار فون کرنا چاہا تھا، مگر اُدھر سے کوئی جواب نہیں ملا، پتا نہیں کہاں ہوگا۔'' ویرا نے بتایا

''خیر، یہ جگہ بھی ہمیں فوراً چھوڑ دینی چاہیے۔ مہریش کو بھی ڈھونڈ لیا جائے گا۔'' اسی آواز نے کہا۔ خان نے کئی بار اس کا ٹیپ ریکارڈ بجا کر نہ صرف اس کی مشق کی تھی، بلکہ اس کے کان اس سے پوری طرح آشنا ہو گئے تھے۔ وہ اسے ہزار آوازوں میں سے پہچان سکتا تھا۔

''مگر یہ میرے اور مہریش کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماسٹر برین آپ ہی ہیں، اس لیے میرا آپ کے ساتھ جانا ٹھیک نہ ہوگا۔'' ویرا کہنے لگی۔

''ڈارلنگ، میں تمہیں اپنی زندگی کی قیمت پر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم ساتھ ہی جیئں گے اور ساتھ ہی مریں گے۔''

''خیر، آپ کا قانون بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، مگر اس دیہاتی لڑکی کے قتل کا راز اگر پولیس کو معلوم ہو گیا تو میں ضرور قانون کے شکنجے میں پھنس جاؤں گی۔ میں ہی اسے کام کے بہانے بہکا کر کرولی سے لائی تھی اور میں نے ہی اسے سنکھٹ کے حوالے کیا تھا۔''

ویرا کہہ رہی تھی، حالانکہ ان میں سے کسی کو اس بات کا گمان تک بھی نہ ہو سکتا تھا کہ قانون کا جرائیم شکن فولادی ہاتھ اپنا کام کر رہا تھا اور ان کے یہ الفاظ پارٹیشن کے نیچے دراز میں رکھے ہوئے ایک پاکٹ ریکارڈر پر ریکارڈ ہو رہے ہیں۔

خان نے پارٹیشن کا دروازہ چرچرانے کی آواز سنی تو جلدی سے ریکارڈر اٹھا کر جیب میں ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم فکر نہ کرو، ڈیئر، میرے ہوتے ہوئے تم پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی۔'' باہر نکلتے ہوئے ماسٹر برین ویرا سے کہہ رہا تھا۔

''آنچ کہاں، اب تو شعلے بھی سر پر آ چکے ہیں۔ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔'' خان کی آواز سن

کر وہ بری طرح اچھل پڑے۔ وہ ان کے سامنے آ گیا۔

''کک...کون ہو تم؟'' ویرا ہکلا کر بولی۔

''آپ جیسی ہستیوں کے لیے مجھے ملک الموت کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔'' خان نے ذرا سا سر جھکا کر جواب دیا۔

''اے مسٹر، آپ میرے آفس میں پستول لیے کیسے چلے آئے؟'' ماسٹر برین نے منہ بنا کر کہا۔

''ڈراما ختم ہو گیا، مسٹر کانتی لال۔ تمہارے فریب کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ نہ صرف تمہارے آدمی، بلکہ ان کے اقرار نامے بھی میرے پاس ہیں اور ویرا کے بارے میں سنکھٹ اپنا بیان دے چکا ہے۔'' خان ان کے سامنے آہنی دیوار کی طرح کھڑا ہو کر بولا۔ اس نے دیکھا، ویرا کا منہ فق ہو گیا تھا۔ وہ بے بسی سے کانتی لال کو دیکھ رہی تھی۔

''پھر منہ کی کھاؤ گے۔'' کانتی لال ہنسا۔

مگر جواب دینے کی بجائے خان نے چاہا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈال دے، مگر اسی وقت اسے کوئی سخت سی چیز اپنی پیٹھ سے لگی محسوس ہوئی۔

''اس تکلیف کی ضرورت نہیں، خان صاحب۔ ماسٹر برین کو گرفتار کرنا آپ کا کام نہیں۔'' آواز پہچانی ہوئی سی تھی۔ خان نے پلٹ کر دیکھا، وہ مہریش تھا۔

''چلو اچھا ہوا یہیں مل گئے، مجھے تمہاری بھی تلاش تھی۔'' خان نے کہا اور اس پر کانتی لال کا منہ بن گیا۔

''پستول میرے حوالے کرو اور اپنے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' مہریش نے گرج کر کہا۔ خان کو مجبوراً پستول ہاتھ سے چھوڑنا پڑا۔ مہریش آگے بڑھ آیا، لیکن اس سے قبل کہ وہ خان کے سینے کا نشانہ لے، ایک فائر ہوا اور مہریش کا ہاتھ جھولنے لگا۔ انھوں نے پلٹ کر دیکھا، دروازے میں سارجنٹ بالے کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں پستول تھے۔ خان مسکرا دیا۔

''چلو اب سرکاری زیور پہن لو، ماسٹر برین۔تم نے اپنی عیاریوں کے بل پر بڑی شاہانہ زندگی گزاری ہے، اب کچھ دن شاہی مہمان خانے کی بھی سیر کرلو۔'' یہ کہتے ہوئے خان نے خود اپنی جیب سے ہتھکڑی نکال کر کانتی لال کے ہاتھ میں ڈال دی۔اور مہریش کو بالے نے بھگت لیا۔ویرا سناٹے میں کھڑی رہی۔

''تم کیا پہنو گی، ڈارلنگ۔چوڑیاں یا فولادی کڑے؟'' بالے نے اب ویرا کے قریب آکر پوچھا، مگر وہ کچھ نہ بولی، اس کا سر جھک گیا۔

''کاش اس وقت میرا جاگیر دار یہاں ہوتا تو اس انداز عروسی پر چار سو جانیں اور ادھار لے کر قربان ہوگیا ہوتا۔''

''چلو اب بکواس وہیں کرنا۔'' خان نے کانتی لال کو دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے بالے سے کہا۔

اس عمارت کے لوگ انھیں حیرت سے دیکھنے لگے۔وہ ادھیڑ عمر آدمی جو خان کو پہلے اس دفتر میں نظر آیا تھا، غائب ہو چکا تھا، شاید وہ خوفزدہ ہو کر باہر سے ہی بھاگ گیا تھا۔اور خان نے اس پر زیادہ توجہ بھی نہ دی۔اسے جن افراد کی تلاش تھی، انھیں وہ حاصل کر چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرے دن لچھمن داس نے پولیس ہیڈ کوارٹرز کے انویسٹی گیشن روم میں ہونے والی شناختی پریڈ میں مہریش کو دیکھ کر اس بات کی تصدیق کردی کہ یہی وہ دلال تھا جو اس کے کارپوریشن کے آفس میں ملا تھا اور جس نے ٹھیکہ دلوانے کا وعدہ کیا تھا اور جو اسے فرضی ایکزیکٹیو انجینئر (کانتی لال) کے پاس لے گیا تھا۔کانتی لال کی جملہ املاک اور سرمایہ تقریباً ۳۰ لاکھ برآمد ہوا، جس میں سے صرف پانچ لاکھ روپے انکم ٹیکس کے حکام کے علم میں تھے۔مہریش بھی لکھ پتی ہی نکلا اور یہ بات بھی دوسرے دن ہی معلوم ہوسکی کہ ویرا، مہریش کی بیوی تھی جس سے کانتی لال کے ناجائز تعلقات بھی تھے اور وہ اس کے اشاروں پر ناچتی تھی۔

Akram Allahabadi

''بڑی خیر ہوئی جو بھائی سکھٹ اس آٹا رقدیمہ سے محروم ہی رہ گئے۔'' بالے نے اس انکشاف کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''کیا مطلب؟''

''میں تمام شادی شدہ عورتوں اور مردوں کو آٹا رقدیمہ میں سمجھتا ہوں۔''

''انگور کھٹے ہیں، اس لیے؟''

''آپ غیرت دلاتے ہیں تو میں اس سال میں چار شادیاں کرلوں گا۔''

''پہلے ایک تو کر کے دکھادو۔''

''کر کے دکھانا شریفوں کا شیوہ نہیں، وہ کر کے جیب میں رکھ لیا کرتے ہیں۔'' یہ کہہ کر بالے نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھ دی۔ اور خان بے اختیار ہنس پڑا۔ تصویر میں بالے لیڈی راما راؤ کی موٹی سی سیاہ فام باورچن کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔

''یہ کیا بیہودگی ہے؟''

''بے چاری نے بڑی حسرت سے یہ تصویر کھنچوائی تھی۔ کہتی تھی میرے مرحوم کی شکل بالکل تم سے ملتی جلتی تھی۔ مجھے صرف ایک تصویر اپنے ساتھ اتروا لینے دو۔'' بالے نے معصومیت سے کہا۔

''میں جانتا ہوں، کمبخت، تم نے یہ تصویر پیچھے پڑ جانے والی لڑکیوں کو مایوس کرنے کے لیے اتروا کر رکھی ہوگی۔'' خان ہنس کر بولا۔

''یو آر ماسٹر برین۔'' بالے نے ہاتھ اونچا کر کے کہا۔

''بس اب دفع ہو جاؤ، مجھے کیس تیار کرنا ہے۔''

''شوکت کو چھوڑ دیا گیا ہے نا؟''

''وہ رات ہی اپنے گھر پہنچ چکا ہے۔''

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ایک گھنٹے کے بعد ہی بالے شوکت کے آفس میں موجود تھا اور شوکت اس کے سامنے اپنے دونوں کان تھام کر اٹھ بیٹھ کر رہا تھا۔

''بیٹے جاگیردار، اب جو کبھی اپنی مرضی سے اڑے تو اس سے بھی بدتر انجام ہوگا۔'' بالے نے کرسی پر پیر پھیلا کر کہا۔ شوکت کی رگ پھر ٹیڑھی ہوگئی۔

''میاں خان، شرم کرو، تم نے ہی تو مجھے اس جھنجھٹ میں پھنسایا تھا۔'' وہ سیدھا ہو کر بولا۔

''اونہو، اٹھک بیٹھک جاری رہے، ورنہ میں ابھی تمہاری پری بیگم کو بلا کر ساری پول کھولتا ہوں۔''

''ارے تو پچاس تو ہو چکے، بس۔'' شوکت ہانپتے ہوئے بولا۔

''خیر، پانچ اور۔''

''خدا غارت کرے تمہیں، سالے فالتو فنڈ کے۔'' شوکت بڑبڑانے لگا، مگر اٹھ بیٹھ پھر بھی جاری رکھی۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi